نقوش راہ دکھاتے چلو زمانے کو
قدم قدم پہ مسافر پریشاں بیٹھے ہیں

ماہ نامہ

نقوش راہ

June-2019

عید مبارک

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن ابی هُريرة رضیَ الله عنه ،عن النَّبِیَّ صَلّی الله عَلَیهِ وسَلَم قَال:مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَغْزُ،وَلَمْ یُحَدَّثْ نَفْسَهُ بِهِ،مَاتَ عَلَی شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ۔

(اخرجه مسلم 1517)

جو اس حال میں مرا کہ اس نے نہ تو جہاد میں شرکت کی اور نہ ہی اس کے دل میں جہاد میں شرکت ہونے کا خیال پیدا ہوا تو وہ نفاق کی موت مرا۔

ایمان لانے والوں کا کارساز اللہ تعالیٰ خود ہے، وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے۔ (القرآن)

ماہ نامہ

نقوش راہ

اسلامک یوتھ فیڈریشن (IYF) کا ترجمان

جون 2019ء، رمضان لمبارک رشوال المکرم ۱۴۴۰ھ جلد: 02 شمارہ: 05

چیف ایڈیٹر

ڈاکٹر محمد وجیہ القمر

ایڈیٹر

منہاج الاسلام فلاحی

معاون ایڈیٹر

جاوید مومن

مجلس ادارت

☆محمد جمیل ☆سید ریحان

☆معاذ احمد جاوید ☆محمد مبشر

سرکولیشن منیجر

شیخ عمران

زرِ تعاون

فی شمارہ: -/20

سالانہ: -/220

فہرست مضامین

اداریہ — ڈاکٹر محمد وجیہ القمر................04
درس قرآن — ابن مظفر..........................05
۔۔۔مگر رمضان کے بعد — ڈاکٹر نجیب سنبھلی، قاسمی..........07
اہل خانہ کے ساتھ جنت میں — سعادت محمود..................10
’’انتخابی نتائج: کیسے مار لی مودی نے بازی‘‘ — افتخار گیلانی..................12
’کیا ہے صدی کی ڈیل‘ — تنویر آفاقی..................15
ایک ہاتھ میں نماز، دوسرے ہاتھ میں۔۔۔ — شاہنواز فاروقی.................19
ہندو ازم کیا ہے؟ — خشونت سنگھ.................25
اے امیر کارواں بیدار کن بیدار باش! — عالم نقوی 27
کمیونسٹ کے شبہات — سید حامد علیؒ 29
ویدکی قدامت — اکبر شاہ نجیب آبادی..................32
علامہ اقبالؒ کا تصور تعلیم — سید قاسم محمود 34
گاہے گاہے باز خواں این قصہ پارینہ را! — عالم نقوی 36
مسلمان خواتین کی بہادری (٦) — سید سلیمان ندویؒ..................40
یتیم بچے کی عید 42
ہماری سرگرمیاں 43

Printer , Publisher and Owned by Shaikh Nisar Shaikh Chand Printed At Super Printing Press
Telipur Chowk Akola, Published At 1st Floor, Oppsite Basera Apartment, Subhash Chowk Akola-444001
Editor: Shaikh Nisar Shaikh Chand

اداریہ

بی جے پی اور آر ایس ایس نے 2019 کا لوک سبھا انتخاب جیتنے کے لیے اپنی صلاحیت کا بھر پور استعمال کیا، اور کڑی محنت اور منصوبہ بندی کے ذریعہ اس نے مسلم وغیر مسلم سیکولر دانش وروں اور جماعتوں کو سمندر کے جھاگ کی طرح بے وزن ثابت کر دیا۔ ویسے اس طرح کے حالات کی پیشین گوئی آزادی کے موقع سے ہی مولانا مودودی جیسے دانش وران نے کر دی تھی بلکہ آج ان کی پیشین گوئی حرف بہ حرف سچ ثابت ہو رہی ہے۔ موجودہ حالات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ بات اچھی طرح کھل کر سامنے آتی ہے کہ سنگھ فرقہ وارانہ یا قومی کشمکش برپا کرنے اور اس کا بھر پور فائدہ اٹھانے میں اچھا خاصا کام یاب ہے، اور مسلمان بالخصوص ان کے دانش وران و قائدین دانستہ یا نادانستہ اس کشمکش کو بڑھانے میں معاون ثابت ہوئے ہیں۔ ایک تجزیہ یہ ہے کہ اگر مسلمان الیکشن کی سیاست سے اپنے آپ کو الگ رکھ کر اخلاص وللہیت کے ساتھ محض دعوت دین کو اپنی جد و جہد کا مرکز بناتے تو شاید آج بی جے پی یا سنگھ مسلم مخالف ماحول بنانے میں کام یاب نہ ہو پاتا۔ مسلمانوں نے نہ تو بنیادی کام پوری توجہ وسنجیدگی سے کیا اور نہ ہی جزئی یا وقتی کام۔ اگر انہیں الیکشن کے ذریعہ یا جمہوریت اور سیکولرزم کو تھام کر ہی اپنے کو اس ملک میں باقی رکھنا تھا تو وہ اسی پر فوکس کرتے لیکن وہ مسلکی خانوں سے کہیں زیادہ سیاسی خانوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

اس الیکشن کے نتیجہ سے کم از کم سیکولرزم کے حامی دانش وران وقائدین کو اتنا تو سمجھ ہی لینا چاہیے کہ سیکولرزم کا دعوی کرنے والی۔۔۔ حالاں کہ سیکولر کوئی بھی نہیں ہے، سب مفاد پرست اور مسلم واسلام دشمن ہیں۔۔۔ غیر مسلم سیاسی پارٹیوں کو جب تنکے کی طرح پھینک دیا گیا تو مسلم سیکولر پارٹیوں کی حیثیت اور مقام تو اور بھی فروتر ہے۔ کمیونزم تقریبا اس ملک کو خیرباد کہہ چکا ہے اور سیکولرزم بھی الوداع کہہ رہا ہے لیکن غیر مسلم سے زیادہ مسلمان اس کو اپنا نجات دہندہ سمجھ کر اسے رخصت نہیں ہونے دے رہے ہیں لیکن حالات جس رخ پر جا رہے ہیں، اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے۔۔۔ ہوسکتا ہے یہ اندازہ غلط ہو۔۔۔ کہ سیکولرزم کو زبردستی گھسیٹ کر اس ملک سے نکال باہر کیا جائے گا کیوں کہ جو قومیں اپنے نظریہ میں کمزور یا شک میں مبتلا ہوتی ہیں وہ نظریہ میں اپنے سے مضبوط قوموں کا مقابلہ ہرگز نہیں کرسکتیں اور آج یقینا سنگھ اپنے نظریہ اور اس کی عملی تطبیق میں سیکولروں اور لبرلوں سے زیادہ مضبوط ہے۔ مغیرہ بن شعبہ نے جنگ قادسیہ کے دوران ایرانیوں کے سپہ سالار رستم سے کہا تھا: '۔۔۔۔ قوموں کی قسمت کے فیصلے تلواروں اور نیزوں سے زیادہ ان کے نظریات، عقیدے اور ایمان سے ہوا کرتے ہیں۔ یہ اصل قوت موجود ہو تو انسان ہتھیاروں کے بغیر بھی لڑا کرتا ہے۔ آگ میں جلانے کی خاصیت باقی رہے تو ایک چنگاری پورے جنگل کو جلا کر راکھ کرسکتی ہے۔۔۔۔' افسوس کہ آج مسلمان اپنی اصل قوت 'ایمان' کے بجائے دشمنان اسلام کی قوت 'سیکولرزم' پر ہی اعتماد و یقین کیے یوئے ہیں۔

سیکولرزم رہے یا ہندتوا۔۔۔ حالاں کہ سادہ لوح مسلمانوں کے سوا یہاں کوئی بھی فرد، لیڈر یا سیاسی گروپ سیکولر کبھی رہا ہی نہیں۔۔۔ مسلمانوں کو یہاں کیا کرنا ہے اس پہ غور کرنا چاہئے بلکہ عملی میدان میں آجانا چاہئے کیوں کہ غور وفکر اور نشستوں پہ نشستیں بہت ہوچکیں۔

ہر جماعت اپنے ممبران و ذمہ داران کے اندر سے انا کی مذموم صفت دور کر کے باہمی تعاون کے لئے انہیں تیار کرے اور ان کی اصلاح وتزکیہ کرے۔ قرآن وسنت سے براہ راست تعلق مضبوط کر کے ایمان کو ہی دونوں جہاں میں کام یابی کا ذریعہ سمجھے اور صبر واستقامت سے کام لے۔ تمام مسلم جماعتوں کے ساتھ تعاون اور ہمدردانہ تعلق زبانی سے زیادہ عملی بنائے نیز ان کی مصیبت میں شرکت کو یقینی بنائے۔ سماج کا رجحان اور اس کے مسائل کو سمجھا جائے اور Grass root level پہ سماج میں کام کیا جائے۔ دیگر جماعتوں کے مقابلہ میں تحریک اسلامی اس سلسلے میں بہت پیچھے یا نا کام ہے۔

نوجوانوں کے اندر ایمان واسلام سے شعوری و جذباتی وابستگی پیدا کی جائے، دین کی بنیادی تعلیم سے واقف کرایا جائے، ارتداد کے ماحول ومواقع سے انہیں بچایا جائے بلکہ دور رکھا جائے، قرآن سے قریب کیا جائے اور ان کے اندر اس کا شغف پیدا کیا جائے۔ مسلم طلبہ وطالبات اور نوجوانوں کے اندر سے فحش و بے حیائی کو دور کیا جائے، ان کی شادی بلا وجہ موخر نہ کی جائے نیز گھر کا ماحول پاکیزہ بنایا جائے۔ نوجوانوں کی علمی، فکری اور جسمانی صلاحیت کو صحیح رخ دیا جائے اور ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ مختلف علوم وفنون میں انہیں ماہر بنایا جائے اور تعلیم کے تمام شعبوں سے انہیں جوڑے رکھنے کے لئے عملی خاکہ دیا جائے، ان کے اندر قیادت کی صفت بھی پیدا کی جائے نیز کسی بھی قسم کی ناگہانی صورت حال کا مقابلہ کرنے کی ہمت وصلاحیت پیدا کی جائے۔

صرف الیکشن اور اس کا نتیجہ مکمل سیاست نہیں ہے۔ سماج میں خلوص وللہیت کے ساتھ خالص اسلام کی دعوت کا عملی کام کیا جائے، سماج کو ظلم وانصاف کا فرق بتایا جائے اور اس کے اندر ظلم قبول کرنے کے بجائے اس کا مقابلہ کرنے کا مزاج بنایا جائے خواہ یہ ظلم سماج کے کسی بھی طبقہ و دھرم کے لوگوں کے ساتھ ہو نیز اسے انصاف پسند بنایا جائے۔ سماج وملک کے اندر پائی جانے والی منافرت اور قومی کشمکش کو ختم کرنے کی بھر پور کوشش کی جائے اور اگر یہ ختم نہ ہو سکے تو اسے غیر شعوری قومی کشمکش کے رخ سے پھیر کر حق اور باطل کی شعوری کشمکش کا رخ دیا جائے تا کہ ایمان والے ایمان کے ساتھ اور کفر والے کفر کے ساتھ ہو جائیں اور لبرلزم یا منافقت کا دور ختم ہو کر دوٹوک فیصلہ قائم ہو جائے۔

ابن مظفر فلاحی

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

الٓمّٓ (۱) ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (۲) الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (۳) وَالَّذِيْنَ
يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (۴) اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۵)

ترجمہ: الف، لام، میم۔ یہ وہی کتاب (موعود) ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے ان پرہیزگار لوگوں کے لیے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں، اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے رب کی طرف سے راہ راست پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

پس منظر:

سورہ بقرہ مدنی سورۃ ہے جو مدینہ میں ہجرت کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔ ہجرت کے بعد مسلمانوں کا ماحول بڑی حد تک تبدیل ہو گیا، مکہ میں مسلمان اضطرابی کیفیت میں تھے۔ اپنی کوئی سیاسی سکون وحمایت حاصل نہ تھی۔ لیکن مدینہ میں اب یہ کیفیت بہت حد تک تبدیل ہوگئی اور ایک حد تک انہیں سیاسی سکون نصیب ہو چلا تھا۔ مدینہ پہنچ کر مسلمانوں نے اپنی سیاسی حیثیت کو تسلیم کروایا، میثاق مدینہ کے ذریعہ تمام اہل مدینہ نے آپ ﷺ کو اپنا حکم مانا، میثاق مدینہ کا یہی وہ اہم پہلو ہے جس کو آج کے علماء ودانشوران میثاق مدینہ کے حوالہ دیتے وقت یکسر نظرانداز کر دیتے ہیں۔ مکہ میں مسلمانوں کا سابقہ براہ راست مشرکین سے تھا لیکن مدینہ میں اب ایک ایسی قوم سے سابقہ پیش آنے والا تھا جو انہیں کی طرح اہل کتاب تھی۔

مکہ میں مسلمانوں کا کام عقائد ونظریات سیکھنا اور اس کے مطابق اپنی زندگی گذارنا تھا اور ان کا مشن اسی عقیدہ ونظریہ کی تبلیغ واشاعت تھا جس کے لئے ہر طرح کی مشقت اٹھانے حتیٰ کہ اپنی جان تک قربان کر دینے کی تربیت انہیں دی گئی تھی۔ اب اسی نظریہ وعقیدہ کی بنیاد پر مدینہ میں ایک نئی تہذیب وتمدن کی بنیاد پڑنے والی تھی۔ لہٰذا مدینہ میں اس بات کی ضرورت تھی کہ ان تمام عوامل کو واضح طور پر بیان کر دیا جائے جو کہ کسی تہذیب کو لاحق ہو جانے پر وہ تہذیب وتمدن اور اس کی علم بردار قوم اپنا عقیدہ ونظریہ تک کھو دیتی ہے۔ پھر اس کا وجود روئے زمین پر ایک لعنت بن جاتا ہے۔ اس کی زندہ مثال اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ تھے، قرآن نے ان دونوں اقوام کا بالتفصیل تذکرہ کرکے

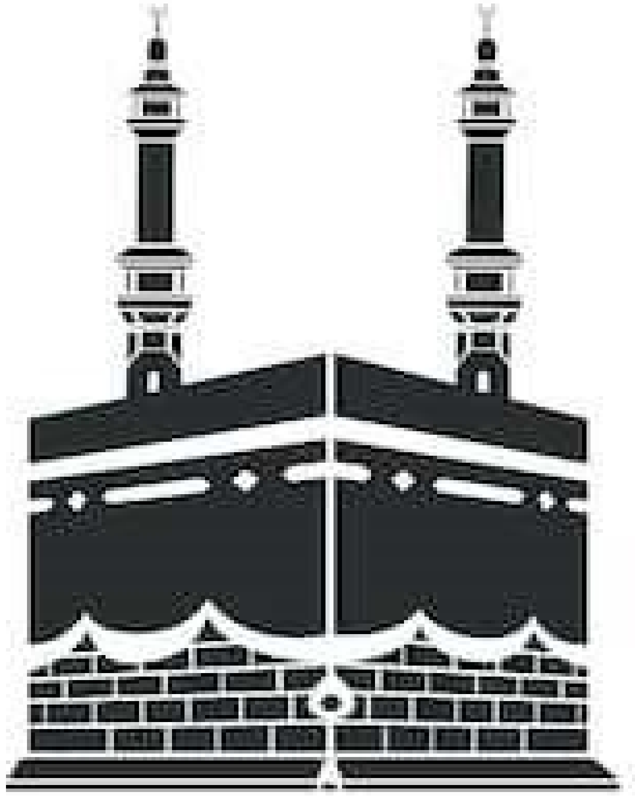

امت مسلمہ کو خبردار کیا کہ اگر وہ بھی ان برائیوں میں ملوث ہو گئے تو اسی طرح معزول کر دیئے گئے اور قعر مذلت میں گر پڑے؟؟؟؟

سورہ کا مرکزی مضمون:

سورۃ البقرہ کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ امت مسلمہ کو یہ بات وضاحت کے ساتھ بتائی جائے کہ کن اسباب وعوامل کے سبب ان سے قبل کے اہل کتاب معزول کر دیئے گئے اور قعر مذلت میں گر پڑے تا کہ امت مسلمہ اس سے ہوشیار و چوکنا رہے۔

تشریح وتوضیح:

الم۔حروف مقطعات اس کی تفصیل آئندہ شمارہ میں پڑھیں۔

☆یہ وہی کتاب ہے جس کا انتظار صدیوں سے اہل کتاب کو تھا، یہ وہی کتاب ہے جس کی بشارت عیسیٰ اور موسیٰ دے کر گئے تھے۔یہ وہی کتاب موعود ہے، اس کے اس کتاب موعود ہونے میں کوئی شک نہیں۔

☆قرآن میں دوسرے مقامات پر اسے ھدی للناس کہا گیا ہے اور یہاں ھدی للمتقین ، مطلب یہ ہے کہ قرآن میں تمام طرح کے افکار ونظریات رکھنے والے تمام بنی نوع انسانی کی ہدایت کا سامان موجود ہے لیکن اس کی ہدایت سے فائدہ انہیں پہنچے گا جن کے اندر درج ذیل بنیادی خصوصیات ہوں۔

غیب پر ایمان:

غیب پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وحی الہیٰ کے ذریعہ حاصل علم کو مشاہدات وتجربات کے ذریعہ حاصل علوم سے مقدم جاننا اور اس پر ایسا ہی یقین رکھنا جیسا کہ آدمی مشاہدات وتجربات پر یقین رکھتا ہو۔

بنی اسرائیل کے اندر ایمان بالغیب کی بے انتہا کمی تھی، اسی چیز نے انہیں خدا کے دیدار کا مطالبہ کرنے پر اکسایا تھا، لہذا وحی کے بالمقابل مشاہدات و تجربات پر زیادہ یقین رکھنا یا وحی الہی کو مشاہدات وتجربات کے بعد ہی تسلیم کرنا ایک بہت بڑی خرابی ہے۔جو کسی امت کو سب سے پہلے لاحق ہوتی ہے۔بلکہ تہذیب وتمدن کے بگاڑ کی ابتداء اسی برائی سے ہوتی ہے۔آج اسی مرض کا نیا نام ’’سائنٹیفک‘‘ انداز ہے یعنی تجربات ومشاہدات کے بغیر وحی الہی کو تسلیم نہ کرنا۔

قیام صلوۃ: یعنی بن دیکھے خدا پر اعتبار کر کے اس کی اطاعت و پرستش شروع کر دینا۔ دن بھر میں ۵ بار اپنی مشغولیات کو ترک کر کے خدا کے سامنے حاضر ہونا یہ ایمان بالغیب کی علامت ہے، آج کچھ نام نہاد مسلم و دانشوران جو سائنٹفک انداز سے سوچنے کے قائل ہیں اس نماز کو صرف ٹائم مینجمنٹ کا ذریعہ بتاتے ہیں۔ان کی یہ سوچ دراصل بنی اسرائیل کے طرزِ فکر کی عکاسی کرتا ہے۔

انفاق: یہ بھی ایمان بالغیب کی ہی واضح دلیل ہے کہ انسان اپنی محنت کی کمائی ہوئی دولت بغیر کسی مادی فائدے کے راہ خدا میں خرچ کر دے۔

اسطرح ایمان بالغیب کی دو اہم دلیل اقامت صلوۃ اور انفاق فی سبیل اللہ ہے۔اگر یہ دونوں کام انسان نہیں کر رہا ہے تو اس کا صاف مطلب ہے کہ اس کا ایمان بالغیب کمزور ہے۔

بنی اسرائیل میں یہ دونوں صفت اسلام کے آنے کے وقت بالکل ماند پڑ گئی تھی، لہذا نمازوں میں حد درجہ کوتاہی اور سودخوری ان کا شیوہ بن گیا تھا۔ایمان بالغیب کی بنیاد پر جس تہذیب وتمدن کی بنیاد رکھی جائے گی اس کے اندر دو اعمال واضح ونمایاں ہونگے۔اقامۃ صلوۃ اور انفاق فی سبیل اللہ۔

اس کتاب سے وہی ہدایت پائے گا۔جس کا عقیدہ یہ ہو کہ یہ من جانب اللہ۔خدا نے انبیاء کا سلسلہ اس لئے جاری کیا تاکہ انسان اس کی مرضی کے مطابق دنیا کو برتتے اور اس کا نظم ونسق چلائے وہ تمام ذرائع جو انسانوں کی رہنمائی کے دعوے کرتے ہیں سب کے سب جھوٹے اور باطل ہیں۔

صرف ایک ذریعہ کتب سماوی کا ہے جو درست ہے اور اسی نے ہر دور میں انسان کی صحیح رہنمائی کی۔بنی اسرائیل نے کتابوں میں تحریف کی، اپنے خواہشات وعقل کے مطابق اس کتاب کو تبدیل کر دیا۔لہٰذا اب وہ اس قرآن سے مستفیذ ہونے کی صلاحیت کھو بیٹھے ہیں۔

اس کتاب سے مستفیذ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ انسان یہ تسلیم کرے کہ آخرت کا دن قائم ہوگا جہاں چھوٹے چھوٹے اعمال کا بھی حساب دینا ہے۔

اس وقت کی سوسائٹی میں اہل کتاب کی حالت کتاب کچھ ایسی ہی تھی کہ ان کی اکثریت مادہ پرستی کا شکار ہو چکی تھی، خدا کی ذات پر ایمان کمزور ہو گیا تھا۔انفاق تو دیتے نہ تھے بلکہ سود خواری شروع کر دی تھی تحریف کے ذریعہ کتاب الہٰی کو ہی بدل دیا تھا، لہذا اب ایک دوسر کتا، ایک نبی اور ایک نئی امت کی ضرورت دنیا کو تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو بھیج کر یہ ضرورت پوری کر دی۔اب امت محمدیہ کو بتایا جا رہا ہے کہ وہ کیا کیا خرابیاں تھین جس کے سبب اہل کتاب گمراہ ہوئے۔اگر تمہارے اندر بھی یہ خرابیاں پیدا ہوئیں تو تم بھی انہیں کی طرح گمراہ ہو جاؤ گے۔

غیب پر ایمان لانے والے، اقامت نماز کرنے والے، قرآن پر یقین رکھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے، آخرت پر یقین رکھنے والے ہی ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب ہوں گے۔

۔۔۔مگر رمضان کے بعد

ڈاکٹر محمد نجیب سنبھلی قاسمی

فضیلتوں اور برکتوں کا مہینہ اختتام پذیر ہے، بہت جلد وہ وقت آئے گا جب ہم آپس میں تذکرہ کریں گے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔ہم یاد کریں گے روزہ دار کے منہ کی بوُ جو بھوک کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔نیز روزے داروں کے لئے دریا کی مچھلیوں کا دعائے مغفرت کرنا اور افطار کے وقت تک کرتے رہنا، جنت کا روزے داروں کے لئے سجایا جانا، سرکش شیاطین کو قید کرنے اور افطار کے وقت روزے دار کی دعا کے رد نہ ہونے کو یاد کیا کریں گے۔ہر رات فرشتوں کی ندا یاد کی جائے گی کہ اے طالب خیر! سامنے آ اور متوجہ ہو۔اے طالب شر! بس کر گناہوں سے، تائب ہو کر طاعت اور نیکی کی زندگی کو اختیار کر۔ہمارے بعض اسلاف رمضان کے اختتام پر رمضان کی وداعی میں رویا کرتے تھے کہ گناہوں سے مغفرت کا موسم ،اللہ کے فضل کرم کو حاصل کرنے اور جہنم سے نجات حاصل کرنے کا اہم وقت جارہا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے۔ہمارے لئے جہنم سے چھٹکارے کا فیصلہ فرمائے۔نیز روزوں کے قیام (تراویح اور تہجد) اور تمام نیک اعمال کو قبول فرما کر ہم سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ماہ رمضان میں تراویح اور تہجد کی نماز پڑھنا یاد کیا جائے گا جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص رمضان (کی راتوں) میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا ہو، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ رمضان کی راتوں میں ایک اہم و برکت والی رات (شب قدر) کو کبھی نہیں بھلایا جاسکتا کیونکہ اس رات میں عبادت کرنے کو اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینوں سے افضل بتایا ہے،گویا اس رات کی عبادت پوری زندگی کی عبادت سے بہتر ہے۔ اسی مبارک رات میں قرآن کریم لوح محفوظ سے سماء دنیا پر نازل ہوا۔کل قیامت کے دن رمضان اور قرآن کی ہمارے حق میں شفاعت کی جائے گی ان شاء اللہ۔اللہ تعالیٰ سے تقریب حاصل کرنے کے اور شب قدر کی عبادت کے حصول کے لئے اعتکاف جیسی نرالی عبادت کو کیسے بھلایا جاسکتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے ۲ ہجری میں روزے کی فرضیت کے بعد سے وفات تک ہمیشہ اعتکاف فرمایا۔ پہلے سال آپ ﷺ نے پورے ماہ کا جب کہ آخری سال آپ ﷺ نے بیس روز کا اعتکاف فرمایا، باقی ہر سال آپ آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

روزہ کے بے شمار فضائل میں سے ایک اہم فضلیت ہمیشہ ہمارے دل ودماغ میں چھائی رہے گی۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے روزے کو اپنی طرف منسوب کرکے فرمایا الصوم لی روزہ میرے لئے ہے، چنانچہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انسان کے ہر (نیک) عمل کا بدلہ ۱۰ گنا لے کر ۷۰۰ گنا تک دیا جاتا ہے، لیکن روزہ کا بدلہ میں خود ہی عطا کروں گا کیوں کہ وہ میرے لئے ہے۔دوسری روایت کے مطابق میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔انسان کھانے پینے اور جنسی شہوت سے صرف میری وجہ سے رُکا رہتا ہے۔روزہ دار کو وہ خوشیاں ملتی ہیں، ایک افطار کے وقت (وقتی) اور دوسری اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت (دائمی)۔

(بخاری ومسلم)

روزہ میں عموماً ریا کا پہلو دیگر اعمال کے مقابلہ میں کم ہوتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے روزہ کو اپنی طرف منسوب کرکے فرمایا الصوم لی روزہ میرے لئے ہے۔

اپنا محاسبہ : رمضان کے اختتام پر ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ ہم نے پورے ماہ روزے رکھ کر روزے کے اہم مقصد کو حاصل کیا یا نہیں۔قرآن کریم کے اعلان کے مطابق روزہ کی فرضیت کا بنیادی مقصد ہماری زندگی میں تقویٰ پیدا کرنا ہے۔اب ہمیں دیکھنا ہوگا کہ ہمارے اندر تقویٰ یعنی اللہ کا خوف

پیدا ہوا یا وہی حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوتاہی رمضان کے بعد دوبارہ لوٹ کر آگئی۔روزے کا دوسرا مقصد: گناہوں سے مغفرت ہے، لہذا مندرجہ ذیل حدیث کی روشنی میں ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے منبر پر چڑھتے ہوئے تین مرتبہ آمین۔آمین۔ آمین۔فرمایا۔

صحابہ کے سوال کرنے پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبرئیلؑ میرے سامنے آئے تھے اور جب میں منبر پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا غبار آلود ہو اس شخص کی ناک (یعنی بڑا بدنصیب ہے وہ) جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔میں نے کہا آمین۔۔غور فرمائیں کہ حضرت جبرئیلؑ جیسے مقرب فرشتے کی بددُعا اور پھر نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفی ﷺ کا آمین کہنا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس بددعا سے حفاظت فرمائے۔نیز ہمیں ہمیشہ اپنے نبی ﷺ کا یہ فرمان ضرور یاد رکھنا چاہئے کہ بہت سے روزے رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں، اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کو جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی نہیں ملتا۔

(ابن ماجہ، نسائی)

رمضان المبارک کے بعد:

عمل کی قبولیت کی جو علامتیں علمائے اکرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرمائی ہیں ان میں سے ایک علامت عمل صالح کے بعد دیگر اعمال صالحہ کی توفیق اور دوسری علامت اطاعت کے بعد نافرمانی کی طرف عدم رجوع ہے۔نیز ایک اہم علامت نیک عمل پر قائم رہنا ہے۔حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب عمل وہ ہے جس میں مداومت یعنی پابندی ہو خواہ مقدار میں کم ہی کیوں نہ ہو۔(بخاری ومسلم) حضرت عائشہؓ سے حضور اکرم ﷺ کے عمل کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا آپ ﷺ ایام کو کسی خاص عمل کے لئے مخصوص فرمایا کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نہیں، بلکہ آپ ﷺ اپنے عمل میں مداومت (پابندی) فرماتے تھے۔اگر کوئی ایسا کرسکتا ہے تو ضرور کرے (مسلم) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ! فلاں شخص کی طرح مت بنو جو راتوں کو قیام کرتا تھا لیکن اب چھوڑ دیا۔ (بخاری ومسلم) لہذا ماہِ رمضان کے ختم ہونے کے بعد بھی ہمیں برائیوں سے اجتناب اور نیک اعمال کا سلسلہ باقی رکھنا چاہئے کیوں کہ اسی میں ہماری دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی پوشیدہ ہے۔چند اعمال تحریر کر رہا ہوں، دیگر اعمال صالحہ کے ساتھ ان کا بھی خاص اہتمام رکھیں۔

نماز کی پابندی: نماز ایمان کے بعد دین اسلام کا سب سے اہم اور بنیادی رکن ہے جس کی ادائیگی ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے۔لیکن انتہائی تشویش وفکر کی بات ہے کہ مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد اس اہم فریضہ سے بے پرواہ ہے۔رمضان کے مبارک ماہ میں تو نماز کا اہتمام کر لیتے ہیں مگر رمضان کے بعد پھر کوتاہی اور سستی کرنے لگتے ہیں۔حالانکہ قرآن وحدیث میں اس فریضہ کی بہت زیادہ اہمیت اور تاکید وارد ہوئی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب لیا جائے گا۔اگر نماز درست ہوئی تو وہ کامیاب وکامران ہوگا اور اگر نماز درست نہ ہوئی تو وہ ناکام اور خسارہ میں ہوگا۔(ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابوداود، مسند احمد) حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آخری وصیت یہ ارشاد فرمائی: نماز، نماز (یعنی نماز کا اہتمام کرو۔) جس وقت آپ ﷺ نے یہ وصیت فرمائی آپ ﷺ کی زبان مبارک سے پورے لفظ نہیں نکل رہے تھے۔(مسند احمد)

قرآن کی تلاوت کا اہتمام:

تلاوت قرآن کا روزانہ اہتمام کریں خواہ مقدار میں کم ہی کیوں نہ ہو۔علمائے کرام کی سرپرستی میں قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کریں۔ قرآن کریم میں وارد احکام ومسائل کو سمجھ کر ان پر عمل کریں اور دوسروں کو پہنچائیں۔یہ میری، آپ کی اور ہر شخص کی ذمہ داری ہے۔اگر ہم قرآن کریم کے معنی ومفہوم نہیں سمجھ پا رہے ہیں تب بھی ہمیں تلاوت کرنی چاہیے کیونکہ قرآن کی تلاوت بھی مطلوب ہے۔

حلال رزق پر اکتفا: حرام رزق کے تمام وسائل سے بچ کر صرف حلال رزق پر اکتفا کریں خواہ مقدار میں بظاہر کم ہی کیوں نہ ہو کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کل قیامت کے دن کسی انسان کا قدم اللہ تعالیٰ کے سامنے سے ہٹ نہیں سکتا یہاں تک کہ وہ پانچ سوالوں کے جوابات دیدے۔ان پانچ سوالات میں سے دو

سوال مال کے متعلق ہیں کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ ہر مسلمان کو چاہیے کہ صرف حلال وسائل ہی پر اکتفا کرے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حرام مال سے جسم کی بڑھوتری نہ کرو کیونکہ اس سے بہتر آگ ہے۔ (ترمذی) اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ انسان جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو، ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (مسند احمد) نیز نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ حرام کھانے ، پینے اور حرام پہننے والوں کی دعائیں کہاں سے قبول ہوں۔

(صحیح مسلم)

بچوں کی دینی تعلیم و تربیت: ہماری یہ کوشش وفکر ہونی چاہئے کہ ہماری اولاد اہم و ضروری مسائل شرعیہ سے واقف ہوکر دنیاوی زندگی گزارے اور اخروی امتحان میں کامیاب ہو کیونکہ اخروی امتحان میں ناکامی کی صورت میں دردناک عذاب ہے، جس کی تلافی مرنے کے بعد ممکن نہیں ہے، مرنے کے بعد آنسو کے سمندر بلکہ خون کے آنسو بہانے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یاد رکھیں کہ اگر ہم اخروی زندگی کو سامنے رکھ کر دنیاوی زندگی گزاریں گے تو ہمارا بچوں کی تعلیم میں مشغول ہونا، ان کی تعلیم پر پیسہ خرچ کرنا اور ہر عمل دنیا و آخرت دونوں جہاں کی کامیابی دلانے والا بنے گا ان شاء اللہ۔ لیکن آج عصری تعلیم کو اس قدر فوقیت و اہمیت دی جارہی ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو بالغ ہونے کے باوجود نماز و روزہ کا اہتمام نہیں کرایا جاتا کیونکہ ان کو اسکول جانا ہے ، ہوم ورک کرنا ہے، پروجیکٹ تیار کرنا ہے ، امتحانات کی تیاری کرنی ہے وغیرہ وغیرہ یعنی دنیاوی زندگی کی تعلیم کے لیے ہر طرح کی جان و مال اور وقت کی قربانی دینا آسان ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔

ٹی وی اور انٹرنیٹ کے غلط استعمال سے دوری:

معاشرے کی بے شمار برائیاں ٹی وی اور انٹر نیٹ کے غلط استعمال سے پھیل رہی ہیں۔ لہٰذا فحش و عریانیت و بے حیائی کے پروگرام دیکھنے سے اپنے آپ کو بھی دور رکھیں اور اپنی اولاد و گھروالوں کی خاص نگرانی رکھیں تاکہ یہ جدید وسائل آپ کے ماتحتوں کی آخرت میں ناکامی کا سبب نہ بنیں، کیونکہ آپ سے ماتحتوں کے متعلق بھی سوال کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھروالوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ (سورہ تحریم:۶)

پاکیزہ اور صاف ستھرے معاشرہ کی تشکیل:

معاشرہ کی عام برائیوں مثلاً ناپ و تول میں کمی، سود، رشوت، جوا، شراب، جھوٹ، غیبت، فحش کلامی، کسی شخص کو گالی یا دھوکہ دینا، تکبر، فضول خرچی، زنا اور زنا کے تمام لوازمات مثلاً نامحرم مرد اور عورت کا اختلاط، چوری، ڈکیتی یا کسی شخص کے مال کو ناحق لینا اور معاشرہ کے ناسور یعنی جہیز کے لین دین سے محفوظ رہ کر ایک اچھے اور پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل دینے میں اپنا بھر پور تعاون پیش کریں۔

اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحمت والے مہینہ میں کیے گئے ہمارے تمام اعمال صالحہ کو قبول فرمائے اور ہمارے لیے جہنم سے چھٹکارہ کا فیصلہ فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

Mohammad Nasrullah
9579487496
safa graphics
صفاء گرافکس
بل بک، وزیٹنگ کارڈ، بینر، شادی کارڈ، ہینڈ بل، پوسٹر، اسٹیکر، ڈیزائین و پرنٹ کیے جاتے ہیں۔
مسجد معراج، حضرت امیر خسرو نگر، ناندیڑ۔ ۴

اہل خانہ کے ساتھ جنت میں

سعادت محمود

ہمارے رب نے اپنے کلام پاک میں بہت سے مناظر کا نقشہ کھینچا ہے۔ اُن میں سے ایک دل کش اور خوب صورت منظر، اہل خانہ کے ساتھ جنت میں داخلے کا ہے۔ کیا میں نے اور آپ نے کبھی، اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ، جنت میں، وہاں کی حقیقی مسرتوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لُطف اندوز ہونے کے اس خوب صورت منظر کا تصور کرنے کی کوشش کی ہے۔۔۔!

اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''(عقل رکھنے والے لوگ) اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں، اُسے مضبوط باندھنے کے بعد توڑ نہیں ڈالتے۔ اُن کی روش یہ ہوتی ہے کہ اللہ نے جن جن روابط کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے انھیں برقرار رکھتے ہیں، اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ کہیں ان سے بُری طرح حساب نہ لیا جائے۔ اُن کا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے رب کی رضا کے لیے صبر سے کام لیتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے علانیہ اور پوشیدہ خرچ کرتے ہیں، اور بُرائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں۔ آخرت کا گھر انہی لوگوں کے لیے ہے۔

(اُن کے لیے) دائمی (ہمیشہ ہمیشہ کے لیے) رہائش کے باغات ہوں گے۔ وہ خود بھی ان میں داخل ہوں گے اور اُن کے آباواجداد اور اُن کی بیویوں اور اُن کی اولاد میں سے جو جو صالح ہوں گے وہ بھی اُن کے ساتھ وہاں جائیں گے۔ ملائکہ ہر طرف سے اُن کے استقبال کے لیے آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ: ''تم پر سلامتی ہے، تم نے دنیا میں جس طرح صبر (دین پر استقامت) سے کام لیا اس کی بدولت آج تم اس (جنت) کے مستحق ہوئے ہو۔۔۔ پس کیا ہی خوب ہے یہ آخرت کا گھر!'' (الرعد 20-24)

درجِ بالا آیت کی روشنی میں تصور کریں کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ ہمیں ہمارے نیک اعمال کی وجہ سے یہ اعزاز بخشے کہ ہمیں اور ہمارے تمام اہلِ خانہ کو جنت کے اعلیٰ درجات تک پہنچا دے۔

ہم سوچیں کہ کیا ہم نے کبھی، اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ، جنت میں، وہاں کی حقیقی مسرتوں سے ہمیشہ کے لیے لُطف اندوز ہونے کے اس مقام کو پانے کی تمنا کی ہے!

یہ وہ مقام ہے جس کے لیے فرشتے بھی ہمارے لیے دُعا کرتے ہیں۔

سورۂ مومن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''عرشِ الٰہی کے حامل فرشتے اور وہ جو عرش کے گرد وپیش حاضر رہتے ہیں، سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہے ہیں۔ وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان لانے والوں کے حق میں دُعائے مغفرت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ''اے ہمارے رب! تو اپنی رحمت اور اپنے علم کے ساتھ ہر چیز پر چھایا ہوا ہے، پس معاف کر دے اور عذابِ دوزخ سے بچا لے اُن لوگوں کو جنھوں نے توبہ کی ہے اور تیرا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ اے ہمارے رب اور داخل کر، اُن کو ہمیشہ رہنے والی اُن جنتوں میں جن کا تو نے اُن سے وعدہ کیا ہے، اور اُن کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے جو صالح ہوں (اُن کو بھی وہاں اُن کے ساتھ پہنچا دے)۔ تو بلاشبہہ قادرِ مطلق اور حکیم ہے۔ بچا دے اُن کو بُرائیوں سے۔ جس کو تو نے قیامت کے دن بُرائیوں سے بچا دیا اس پر تو نے بڑا رحم کیا، یہی بڑی کامیابی ہے''۔ (7-9)

اس آیت کی تشریح میں صاحب تفہیم القرآن سید ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھتے ہیں: یہ بات نبیؐ کے ساتھیوں (اور قیامت تک آپؐ اور ان کے صحابہؓ کے نقشِ قدم پر چلنے والوں) کی تسلّی کے لیے ارشاد ہوئی ہے۔ وہ اس وقت کفارِ مکّہ کی زبان درازیوں اور چیرہ دستیوں اور ان کے مقابلے میں

اپنی بے بسی دیکھ دیکھ کر سخت دل شکستہ ہو رہے تھے ۔اس پر فرمایا گیا کہ ان گھٹیا اور رذیل لوگوں کی باتوں پر تم رنجیدہ کیوں ہوتے ہو،تمھارا مرتبہ تو وہ ہے کہ عرشِ الٰہی کے حامِل فرشتے اور عرش کے گرد وپیش حاضر رہنے والے ملائکہ تک تمھارے حامی ہیں اور تمھارے حق میں اللہ تعالیٰ کے حضور سفارشیں کر رہے ہیں ۔عام فرشتوں کے بجائے عرشِ الٰہی کے حامل اور اس کے گرد و پیش حاضر رہنے والے فرشتوں کا ذکر یہ تصور دلانے کے لیے کیا گیا ہے کہ سلطنتِ خداوندی کے عام اہل کار تو درکنار، وہ ملائکہ مقربین بھی جو اس سلطنت کے ستون ہیں اور جنھیں فرماں روائے کائنات کے ہاں قرب کا مقام حاصل ہے، تمھارے ساتھ گہری دل چسپی و ہمدردی رکھتے ہیں‘‘ ۔(تفہیم القرآن)

درج بالا دونوں آیات میں اہلِ ایمان کے والدین، بیویوں اور اولاد میں سے اُن کے لیے جنت کا وعدہ اور فرشتوں کی دُعا کا ذکر ہے، جو ان میں سے صالح ہوں ۔لیکن سورہ الطور میں مزید رعایت دی گئی ہے ۔اور فرمایا گیا ہے کہ اگر ان کی اولاد کسی نہ کسی درجۂ ایمان میں بھی اپنے آبا کے نقشِ قدم کی پیروی کرتی رہی ہو، تو اپنے عمل کے لحاظ سے خواہ وہ اُس مرتبے کی مستحق نہ ہو جو ان کے آبا کو ان کے بہتر ایمان و عمل کی بنا پر حاصل ہوگا، پھر بھی یہ اولاد اپنے آبا کے ساتھ ملا دی جائے گی ۔یقیناًیہ اہلِ ایمان کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے ۔

جو ڈٹی ہوئی ہیں محاذ پر مجھے ان صفوں میں تلاش کر

نہ اسیر گنبد شاہ کا نہ فقیر حسن نگاہ کا   نہ حریص تاج وکلاہ کا نہ مرید دولت وجاہ کا
نہ سکندری سے کوئی غرض نہ مریض خوف سپاہ کا   نہ مفکروں میں شمار کر نہ مناظروں میں تلاش کر
جو ڈٹی ہوئی ہیں محاذ پر مجھے ان صفوں میں تلاش کر

ابھی شوق ہے میرا نارسا، ابھی نیم رس میرا میکدہ   یہ حنین و بدر کے راستے کہیں تشنگی کہیں کربلا
میرا سر گرے، تیری راہ میں یہی آرزو یہی التجا   وہ جو شب سے برسرِ جنگ ہیں انھیں جگنوؤں میں تلاش کر
جو ڈٹی ہوئی ہیں محاذ پر مجھے ان صفوں میں تلاش کر

میرے راستوں میں قدم قدم جو لہو کے نقش ونگار ہیں   تری چاہ ہیں، ترا شوق، ہیں ترا عشق، ہیں ترا پیار، ہیں
مجھے خوف طولِ سفر نہیں، کہاں منزلیں کہاں دار ہیں   کبھی خیبروں میں تلاش کر کبھی حیدروں میں تلاش کر
جو ڈٹی ہوئی ہیں محاذ پر مجھے ان صفوں میں تلاش کر

جو فصیل شہر پہ جھلملاتی سی روشنی کا ظہور ہے   ترے جگنوؤں کا طفیل ہے مری بے خودی کا ظہور ہے
ترے کج کلاہوں کے سامنے مری کج روی کا ظہور کے   وہ جو کٹ مریں ترے نام پر انھیں بے خودوں میں تلاش کر
جو ڈٹی ہوئی ہیں محاذ پر مجھے ان صفوں میں تلاش کر

تیری جستجو، تیری آرزو، تیری بندگی، میری آبرو   میں حقیر قطرۂ آب جو تو ہی یم بیم تو ہی جو بجو
ہے پیام تیرا ہی کو بکو ہے نظام تیرا ہی چار سو   مجھے مثل نکہت گل کہیں تیری خوشبوؤں میں تلاش کر
جو ڈٹی ہوئی ہیں محاذ پر مجھے ان صفوں میں تلاش کر

نہ شفق میں ہے کوئی سرمگی نہ گلوں میں ہے کوئی تازگی   یہ جلے جلے کہیں آشیاں یہ بجھی بجھی کہیں روشنی
کہ حدی کی، لے، ذرا تیز کر کہیں سو نہ جائے ضمیر بھی   وہ پرند نغمہ سرا ہوئے وہ نقاب روئے سحر اٹھی
وہ نقاب روئے سحر اٹھی میرے آبلوں میں تلاش کر   جو ڈٹی ہوئی ہیں محاذ پر مجھے ان صفوں میں تلاش کر

اسے عزم قلب صہیب دے اسے سوزِ روح بلال دے   وہ یقین دے وہ کمال دے وہ عزیمتوں کی مثال دے
جو فراز دار ہو سامنے تو ہجوم شوقِ وصال دے   میں ہوں تیرا بزمیِ ناتواں ترے مجرموں میں تلاش کر
جو ڈٹی ہوئی ہیں محاذ پر مجھے ان صفوں میں تلاش کر

سرفراز بزمی سوائی مادھوپور، راجستھان

''انتخابی نتائج: کیسے مارلی مودی نے بازی''

''بی جے پی کی فتح کے اسباب میں ایک پروپیگنڈہ ہندوؤں کے غیر محفوظ ہونے کا بھی تھا''

افتخار گیلانی، دہلی

توقع کے عین مطابق بھارت میں ہندو قوم پرست بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) اقتدار میں واپس آگئی ہے اور وزارت عظمیٰ کا تاج ایک بار پھر نریندر مودی کے سر پر بندھ چکا ہے۔ مگر جس طرح کا منڈیٹ بی جے پی کا حاصل ہوا ہے، اسکی توقع کسی کو نہ تھی۔ امید تھی کہ اپوزیشن کانگریس کم از کم مدھیہ پردیش، راجستھان اور چھتیس گڑھ جیسے صوبوں میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرے گی، جہاں پچھلے سال کے اواخر میں ہوئے صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات میں اس نے بی جے پی کو شکست دی کر اقتدار پر قبضہ کیا تھا۔ ان انتخابات میں کانگریس نے مودی کے گڑھ گجرات میں بھی بی جے پی کو ناکوں چنے چبوائے تھے۔ اس لیے اکثر تجزیہ کاروں کا خیال تھا کہ بی جے پی کا رتھ 200 سیٹوں کے آپاس رک جائیگا۔ مگر نہ صرف 543 رکنی ایوان میں بی جے پی کو 303 نشستیں حاصل ہوئی بلکہ 37.4 فیصد ووٹ لے کر ایک ریکارڈ بھی قائم کیا۔ اپنے اتحادیوں کے ساتھ مل کر یعنی نیشنل ڈیموکریٹک الائنس (این ڈی اے) کو 45 فیصد ووٹ پڑے ہیں۔ اس کے برعکس کانگریس کو محض 19.5 فیصد ووٹ پڑے ہیں۔ جس طرح اس کی سیٹوں کی تعداد 44 سے بڑھ کر صرف 52 ہوگئی ہے، اس سے لگتا ہے کہ اقتدار میں آنے اور بی جے پی کو ٹکر دینے کے لیے پارٹی کو ایک لمبی جدوجہد کرنی پڑے گی اور اپنی حکمت عملی بھی از سر نو ترتیب دینی پڑے گی۔

آخر بی جے پی نے اتنی بڑی جیت کیسے درج کی؟ پارٹی کے ایک سینئر لیڈر کے مطابق پچھلے سال اہم صوبوں کے انتخابات میں ہزیمت کے بعد یہ طے ہوگیا تھا کہ کسان اور بی جے پی کا اپنا اعلیٰ ذات کا ہندو ووٹ بینک اس سے ناراض ہے۔ دوسری طرف سیاسی لحاظ سے اہم اتر پردیش میں مقامی سماج وادی پارٹی اور بہوجن سماج پارٹی کے اتحاد نے بھی گھنٹی بجائی تھی۔ اس لیے ان طبقات کو رام کرنے کے لیے وزیر اعظم مودی اور پارٹی صدر امیت شاہ نے پارلیمنٹ سے ایک آئینی ترمیمی بل پاس کروایا، جس کی رو سے اقتصادی طور پر پسماندہ اعلیٰ ذاتوں کے لیے اعلیٰ تعلیمی اداروں اور نوکریوں میں نشستیں مخصوص کروائیں گئیں۔ تاحال یہ سہولت صرف نچلی ذاتوں کو ہی میسر تھی۔ اس کے علاوہ کسانوں کی ناراضگی دور کرنے کے لیے براہ راست ان کے اکاؤنٹ میں 6000 روپے منتقل کیے گیے۔ زمینی سطح پر چھوٹے چھوٹے کاروباروں کے لیے بینک لون فراہم کروانے میں تیزی لائی گئی۔ اس اسکیم کے تحت 48.1 ملین افراد کو 240 ٹریلین روپے کی رقوم تقسیم کی گئی۔ مگر پارٹی لیڈر کے بقول وہ جانتے تھے کہ بس تعمیر و ترقی کو لے کر ہی بھارت میں انتخابات نہیں جیتے جاسکتے ہیں۔ اس کی واضح مثال 2004 میں اٹل بہاری واجپائی کی قیادت میں پچھلی بی جے پی حکومت کی شکست تھی، جبکہ اس وقت ملک کی اقتصادی صورت حال بہت بہتر تھی، اسلئے کسی ایسے ایشو کی تلاش تھی کی جس کو جذباتی طور پر بھنایا جاسکے۔ پارٹی لیڈران پریشان تھے کہ بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر پر کوئی تحریک برپا نہیں ہورہی ہے، معلوم ہوا کہ یہ ایشو جذباتی افادیت کھوچکا ہے۔ 14 فروری کو کشمیر کے پلوامہ ضلع میں سیکورٹی دستوں کی کانوائے پر حملے اور اس کے نتیجے میں 40 ہلاکتوں کے خداداد موقع فراہم کروایا۔ اگلے ہی دن فیصلہ ہوا کہ پاکستان کو اس کا کرارا جواب دے کر اور اس کو لے کر قوم پرستی کا ہوا کھڑا کرکے انتخابی مہم ترتیب دی جائیگی۔ پارٹی کے ایک مقتدر لیڈر سبرامنیم سوامی کے بقول

پلوامہ حملہ سے قبل بی جے پی کی اپنی سروے کے مطابق اس کی جھولی میں صرف 166 سیٹیں ہی پڑ رہی تھیں۔ مگر پلوامہ واقعہ اس کے بعد کی صورت حال اور اس سے پیدا شدہ جنگی جنون نے انتخابی مہم کا نقشہ ہی بدل دیا۔

11 اپریل کو پہلے مرحلے کی پولنگ کے دوران میں نے دہلی سے متصل مغربی اتر پردیش کا دورہ کرتے ہوئے ایک پولنگ بوتھ کے باہر قطار میں کھڑی ایک خاتون خانہ سے مودی حکومت کے بارے میں جاننا چاہا۔ پہلے تو اس کے مہنگائی و روزگار کا رونا رویا، مگر بعد میں بتایا کہ ووٹ مودی کو ہی دیگی، جب وجہ جاننی چاہی تو اس کا برجستہ جواب تھا کہ مودی نے پاکستان کو دھمکا کر بھارتی فضائیہ کے پائلٹ ابھی نندن کو واپس لانے میں کامیابی حاصل کی۔ میرے ایک ساتھی نے جب پوچھا کہ ابھی نندن کی واپسی سے کیا اب مہنگائی اور دیگر ایشوز حل ہو جائینگے، تو وہ بغلیں جھانکنے لگی، مگر بتایا کہ مودی میں دم تو ہے۔ ایک طرح سے یہ انتخابات اور اس کی مہم تاریخ میں ایک ایسی علامت کے طور پر درج ہوگی کہ کس طرح ایک زر خرید اور گودی میڈیا کے سہارے بنیادی ایشوز سے توجہ ہٹا کر عوامی غیظ و غضب کو مینوفیکچر کر کے ووٹ بٹورے جا سکتے ہیں۔ تاریخی شہر بھوپال سے دہشت گردی میں ملوث پرگیہ سنگھ ٹھاکر کو سابق وزیر اعلیٰ ڈگ وجے سنگھ کے خلاف میدان میں اتارنا قوم پرستی کے ہوا کو انتہا تک لے جانے کی سوچی سمجھی حکمت علمی تھی۔ جس نے مہاتما گاندھی کے قاتل ناتھو رام گوڈسے کی پذیرائی کر کے حیران و ششدر کر دیا۔ ڈگ وجے سنگھ نے جب ایک بھرے جلسے میں مودی کے 2014 کے انتخابی وعدوں پر طنز کر کے عوام سے پوچھا کہ جس کو پندرہ لاکھ روپے ملے ہوں وہ ہاتھ اٹھائے۔ وہ پچھلے انتخاب میں مودی کے اس وعدہ کا ذکر کر رہے تھے، جس میں بتایا گیا تھا کہ بیرون ممالک میں بھارتی امیروں کا کالا دھن واپس لا کر فی کس شہری کے کاونٹ میں پندرہ لاکھ روپے جمع کئے جائیں گے۔ ایک نوجوان نے ہاتھ اٹھایا۔ ڈگ وجے نے اسٹیج پر بلا کر جب اس کا اکاونٹ نمبر معلوم کیا تو اس نے مائیک ہاتھ میں لے کا کہا کہ " مودی نے سرجیکل اسٹرائیک کر کے دہشت گردوں کو سبق سکھایا ہے۔ یہ پندرہ لاکھ سے بھی بڑی رقم ہے اور پاکستان کے خلاف جذبہ دیگر نوجوانوں کے دل میں بھی جگایا۔ اس لیے تمام پریشانیاں اور مودی کے جھوٹ اپنی جگہ، مگر دشمنوں کے لیے مودی ہی ضروری ہے۔" بھوپال کے ایک پوش علاقہ چار املی کے پولنگ بوتھوں پر، جہاں صرف حکومت کے اعلیٰ عہدیدار رہتے ہیں، پرگیہ سنگھ ٹھاکر کو 448 ووٹ ملے، جبکہ دو مرتبہ وزیر اعلیٰ رہ چکے ڈگ وجے سنگھ صرف 150 ووٹ حاصل کر پائے۔ یہ ایسے صوبہ کے دارالحکومت کا حال تھا، جہاں کانگریس اقتدار میں ہے۔

معروف تجزیہ کار سعید نقوی کے مطابق موجودہ انتخابی نتائج نے بھارت کے چہرے سے نقلی سیکولرازم کا نقاب اتار دیا ہے۔ اس سیکولرازم کی آڑ میں پچھلی سات دہائیوں سے مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کیا گیا، اس کی عکاسی 2005 میں جسٹس راجندر سچر کیٹی نے کی تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک ڈیکلیئرڈ اور دیانت دار ہندو اسٹیٹ ایک کھوکھلی سیکولر اسٹیٹ سے بدرجہا بہتر ہے۔ ان انتخابات میں تو سیکولر جماعتوں نے بھی مسلمانوں سے ووٹ مانگنے سے پرہیز کیا۔ اس کے باوجود ہندو ووٹروں نے ان کو کوئی پذیرائی نہیں بخشی۔ اتر پردیش میں ملائم سنگھ یادو اور دلتوں کی لیڈر مایاوتی کو پتا ہی نہیں چلا کہ کب ان کا "کور ووٹر" دلت اور یادو ان کے دامن سے کھسک گیا، کیونکہ امیت شاہ ان کے ووٹروں کو یہ باور کرانے میں کامیاب رہے کہ ان کے لیڈران مسلمانوں کی ناز برداری میں لگے ہوئے ہیں جس سے ایک طرف ہندو ذات پات کی حدود کو چھوڑ کر اپنے ان لیڈروں کو سبق سکھانے کے لیے بی جے پی کے حق میں متحد ہو گئے۔ یہ ایک انتہائی شاطر چال تھی جو کامیاب ہو کر بی جے پی کے لیے ایک تاریخی مینڈیٹ لائی۔ یہ الیکشن مسلمانوں کے لیے بھی عبرتناک اسباق چھوڑ گیا ہے۔ عام مسلمانوں نے ہر جگہ اس سیکولر پارٹی کا ساتھ دیا جو فرقہ پرستوں کے مقابلے میں مضبوط نظر آ رہی تھی۔ اس کے مقابلے اپنے لیڈروں کو جو میدان میں قسمت آزمائی کر رہے تھے، بی جے پی کا ایجنٹ تک کہہ ڈالا یہ طے ہے کہ مسلمان اپنے بل بوتے پر کامیاب نہیں ہو سکتے۔ وہ غیر مسلم ووٹ بنک رکھنے والی سیکولر پارٹیوں کا ساتھ دے کر انھیں اقتدار میں پہنچانے کا ذریعہ بنتے آتے رہے ہیں۔ اس انتخاب میں وہ پارٹیاں خود ہی بے حیثیت ہو کر رہ گئیں اور مسلمانوں کو بھی بے حیثیت بنا دیا۔ انکا سارا اپنا ووٹ بنک ان کے پاس سے کھسک گیا، صرف مسلمان ہی ان کے ساتھ کھڑے رہ گئے۔ پچھلے پانچ برسوں میں گورکھشا، موب لنچنگ وغیرہ

کے ذریعے عام مسلمانوں پر ہونے والے تشدد کو عام کر کے غیر مسلموں کو یہ پیغام دیا گیا کہ ہماری پارٹی ہی ان کو قابو میں رکھ سکتی ہے۔معروف صحافی پرشانت جھا نے اپنی کتاب How BJP Wins Elections میں لکھا ہے کہ مودی کی ہندو انتہا پسندوں کی مربی تنظیم آر ایس ایس نے ایک ایسے قائد کے طور پر تشہیر کی ہے جو پاکستان کو سبق سکھا سکتا ہے اور اعلیٰ ذات کی خواہشات کی تکمیل بھی کر سکتا تھا۔قوم پرستی کے جذبے کو اس حد تک پروان چڑھایا گیا کہ نوٹ بندی اور نئے ٹیکس سسٹم جی ایس ٹی کے بد اثرات نظر انداز کر کے لوگوں نے ووٹ بی جے پی کو دیئے۔اس کے علاوہ امت شاہ نے جس طرح بی جے پی کو یوپی اور پھر دوسری ریاستوں میں اپنے قدموں پر کھڑا کیا وہ کانگریس یا کسی دوسری سیکولر پارٹی کا کوئی قائد نہیں کر سکا۔ضلع اور علاقہ کی سطح سے بوتھ کی سطح تک بی جے پی کو متحرک کرنا ایک بڑا کام تھا۔بی جے پی نے پولنگ بوتھ سطح پر ادھ پر پنا پر مکھ یعنی ووٹر لسٹ میں درج 50 گھروں کا ایک انچارج بنایا تھا۔ان کو ہدایت کی کہ ان گھروں میں افراد خانہ کے یوم پیدائش و دیگر تقاریب و اموات کا خیال رکھیں اور ایسے موقعوں پر ان کے گھروں پر حاضری دیں۔اس کے علاوہ روزانہ ان کے حال احوال پوچھنے کے لیے ان کے گھروں پر دستک دیا کریں۔یہ ایک ایسی حکمت عملی تھی، جس نے بی جے پی کو عام لوگوں کی روزمرہ کی زندگی کا حصہ بنا دیا اور ان لوگوں میں بھی بی جے پی نے جڑیں پکڑ لیں جو اس پارٹی اور اس کے نظریہ سے دور تھے۔

بی جے پی کی جیت کے حوالے سے معروف صحافی شکیل رشید اردو ویب سائٹ دی وائر میں لکھتے ہیں کہ ہندو مسلم تناؤ کو بھی بی جے پی نے انتخابی ہتھیار کے طور پر کھل کر استعمال کیا اور اس کے لیے پروپیگنڈہ اور جھوٹ کا سہارا لے کر بے شرمی کے ساتھ جھوٹے ویڈیو سوشل میڈیا پر پھیلائے گئے۔بی جے پی کا یہ پروپیگنڈہ خوب کام آیا کہ سیکولر پارٹیاں مسلمانوں کی منہ بھرائی کرتی چلی آرہی ہیں اور ہندوؤں کو نظر انداز کرتی آرہی ہیں۔یہ وہ پروپیگنڈہ تھا جس نے بہت سارے ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف اکسایا۔ایک پروپیگنڈہ ہندوؤں کے غیر محفوظ ہونے کا بھی تھا۔یہ جھوٹ بھی پھیلایا گیا کہ مسلمانوں کے ظلم سے تنگ آکر مغربی یوپی کے مسلم اکثریتی قصبہ کیرانہ سے ہندو منتقل ہو رہے ہیں۔شمال مشرقی صوبوں کے عیسائی علاقوں میں بھی بی جے پی نے کانگریس سے ناراض دیگر علاقائی سیاسی پارٹیوں کو ایک پلیٹ فارم فراہم کیا۔بی جے پی کے لیڈروں نے چانکیہ نیتی کے تحت سام (چاپلوسی) دام (رشوت)، ڈھنڈ (سزا) بھید (خوف) کا استعمال کر کے کم وبیش 40 چھوٹی اور بڑی جماعتوں کے ساتھ اتحاد تشکیل دے کر بازی مارلی۔شیوسینا کی گالیاں کھانے کے باوجود، جس نے بار بار نریندر مودی کو نشانہ بنایا، پارٹی صدر امیت شاہ نے ممبئی جاکر سینا کے سربراہ ادھو ٹھاکرے کی چوکھٹ پر نہ صرف ماتھا رگڑا، بلکہ پانچ سیٹوں کی قربانی بھی دی۔اسی طرح بہار میں بھی اس نے موجودہ کئی اراکین پارلیمان کی قربانی دے کر جنتا دل (یونائیٹڈ) کے ساتھ اتحاد تشکیل دے کر فتح کے لیے راہ ہموار کردی۔دوسری طرف کانگریس، کرناٹک، بہار، مہاراشٹر اور تامل ناڈو کے علاوہ کسی بھی دیگر صوبہ میں کوئی قابل ذکر اتحاد تشکیل دینے میں کامیاب نہیں ہوئی جس کی بڑی حد تک وہ خود ذمہ دار ہے۔دہلی میں بسیار کوششوں اور درخواستوں کے باوجود عام آدمی پارٹی (عاپ) کے ساتھ اتحاد کرنے سے انکار کردیا۔اسی طرح سب سے بڑے صوبہ اترپردیش میں بھی مقامی سیکولر پارٹیوں اور ان کے اتحاد کو مضبوط کرنے کے بجائے کانگریس نے اکیلے ہی انتخاب لڑنے کا فیصلہ کیا۔پرینکا گاندھی کو میدان میں اتار کر سہ رخی مقابلے کی فضا تیار کی۔آسام میں بدرالدین اجمل کی یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ سے اتحاد کی دعوت کو حقارت سے ٹھکرایا۔مہاراشٹر میں اسدالدین اویسی اور دلت لیڈر پرکاش امبیڈکر کے اتحاد کے ساتھ انتخابی مفاہمت سے انکار کیا۔

خیر مودی کے سر اب وزارت اعظمیٰ کا تاج سج گیا ہے۔ان کی کامیابی کی ضمانت اسی پر منحصر ہے کہ ملک کا کوئی بھی شہری خود کو غیر محفوظ نہ سمجھے۔اقلیتی طبقے ذہنی تناؤ سے آزادی دلادے۔مزید تمام ہمسایہ ملکوں کے ساتھ اچھے روابط اور دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی اشد ضرورت کو سمجھے۔تاکہ ملک میں اندرونی اور بیرونی سطح پر سازگار ماحول پیدا ہو۔توقع ہے کہ نئے وزیر اعظم اب صرف اپنی پارٹی یا مذہب کے ہی نہ رہیں گے بلکہ پورے خطے کو امن کا پیغام دے کر ایک سیاستدان کے بجائے اسٹیٹس مین کے طور پر تاریخ میں اپنا نام رقم کروا کر اس خطے میں کشیدگی کی جڑ کے سیاسی حل تلاش کرینگے۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆

'کیا ہے صدی کی ڈیل'

تنویر آفاقی

ایک عرب تجزیہ نگار عبدالرحمن یوسف نے 'صدی کی ڈیل' کا تعارف اس طرح کرایا ہے: ''اس ڈیل کا خلاصہ ہے کہ ملتِ عرب کی کایا پلٹ ہوجائے گی،لیکن جو ملت دسیوں سال سے اس حال میں ہو کہ اس پر فوجی انقلابات مسلط ہوتے چلے آرہے ہوں،اس کے لئے حالات کی یہ کایا پلٹ کوئی عجیب بات نہیں ہوگی۔اس ڈیل کے بعد ہمیشہ سے قائم چلے آرہے سوالات کے جوابات تبدیل ہوجائیں گے۔مثلاً ''دشمن کون ہے؟'' اس کا جواب (اسرائیل کے بجائے) مزاحمت کرنے والے فلسطینی قرار پائیں گے۔''حلیف کون ہیں' اس کا جواب ''امن پسند' جمہوریت کے علم بردار'' ''صلح جو' اسرائیلی قرار پائیں گے جو (فلسطینی مزاحمت کے مقابل) اپنا دفاع کرنے پر ''مجبور'' ہیں۔ ''فلسطین کیا ہے؟'' اس کا جواب ہوگا ''غزہ ،ساتھ میں سیناء کا وہ تھوڑا بہت علاقہ جو اسے میسر آئے گا۔''اسرائیل کیا ہے؟'' اس کا جواب ہوگا وہ علاقہ جسے اسرائیل اپنے لئے پسند کرلے۔یعنی ان سوالات کے جوابات صہیونی خواہش کے مطابق بدل دیے جائیں گے۔'' اس کے بعد تجزیہ نگار یوسف لکھتا ہے: ''اس طرح ہمارے (اہل فلسطین) کے حالات بد سے بدترین ہوجائیں گے۔اور یہ بدترین حالات ان ضمیر فروش عرب حکام کی وجہ سے پیدا ہوں گے جو دنیا کے نقشے پر اپنے وجود کو باقی رکھنے کی قیمت چکا رہے ہیں۔'' ''صدی کی ڈیل'' کے اس مختصر تمہیدی تعارف کے بعد ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس کا تعارف مزید وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائے۔

'صدی کی ڈیل' (Deal of the Century) دراصل فلسطینی قضیے کو حل کرنے ایک منصوبہ ہے جسے امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے پیش کیا ہے۔اس منصوبے کی رو سے فلسطین کی نئے سرے سے حد بندی کر کے جدید فلسطین تشکیل دیا جائے گا جو (الفلسطین الجدیدۃ) کے نام سے ہوگا۔اس کی جزئیات و تفصیلات کا اعلان اگرچہ اسرائیلی انتخابات کے بعد ہونا تھا لیکن اب اس کا علان آئندہ جون بحرین کے دارالحکومت منامہ میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں کیا جائے گا۔البتہ وقفے وقفے سے اس کی بعض شقیں اب بھی لیک ہوتی رہتی ہیں یا کی جاتی رہتی ہیں جو میڈیا اور عوام کے درمیان بحث و تشویش کا موضوع بنی رہتی ہیں۔فلسطینی صدر عباس محمود کا خیال ہے کہ یہ منصوبہ دراصل ٹرمپ کے داماد 'کوشنز' اور مشرق وسطی کے ایلچی 'جیسن گرین بلاٹ' کا تیار کیا ہوا ہے،بلکہ یہ منصوبہ اصلاً اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو کا تھا۔نیتن یاہو نے یہ منصوبہ امریکہ کو بیچ دیا ہے اور اب امریکہ اسے فلسطینیوں اور عربوں کے ہاتھوں فروخت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔''

صدی کی ڈیل کی مزید تفصیلات: اس منصوبے پر گفتگو کا آغاز ۲۰۱۷ء میں ہوگیا تھا۔ٹرمپ کے برسر اقتدار آنے کے چند ماہ بعد ہی امریکی اخبارات نے یہ خبر دینی شروع کردی تھی کہ ٹرمپ انتظامیہ کے پاس 'یوشع بن آریہ' کا ایک منصوبہ ہے۔یوشع بن آریہ القدس (یروشلم) کی ہیبر یو (عبرانی) یونیورسٹی کا سابق سربراہ ہے، جسے جغرافیہ کے میدان میں خدمات کے لئے اسرائیل ایوارڈ سے نواز چکا ہے۔اس نے یہ منصوبہ ۲۰۰۳ء میں تیار کیا تھا کہ غزہ کی حدود بڑھا کر العریش تک کردی جائیں۔جیورا آئی لینڈ (Giroa Eiland) منصوبہ ۲۰۰۴ء بھی امریکہ کے پاس ہے، جس میں مصر سے یہ کہا گیا ہے وہ سیناء کے ۶۰۰ کلومیٹر اسکوائر کے علاقے سے فلسطینی آباد کاری کے لئے دست بردار ہوجائے۔اس کے عوض اسے ۲۰۰ کلومیٹر اسکوائر کا علاقہ صحرا نقب (Negev

(Desert میں دیا جائے گا اور اقتصادی نوازشیں اس پر مستزاد ہوں گی۔

اس ڈیل کے سلسلے میں کچھ باتیں تو وہ ہیں جو بعض سرکاری اہل کاروں کی طرف سے سامنے آتی رہی ہیں یا آ رہی ہیں۔ان میں سے بعض چیزیں اگرچہ ایسی ہیں کہ جب تک اس ڈیل کا پورا نقشہ سامنے نہیں آجاتا اصل حقیقت واضح ہونا مشکل ہے۔کبھی کہا گیا کہ یہ ڈیل کسی فلسطینی حکومت کے قیام کا موقع ہی نہیں رہنے دے گی۔کبھی کہا گیا کہ فلسطینی حکومت قائم کرنے کی اجازت ہوگی اور مصر اس کے لیے سیناء میں بعض اراضی فراہم کرے گا۔تاہم اب تک سامنے آنے والی باتوں کی روشنی میں چند باتیں جو صاف ہو کر نظر آنے لگی ہیں وہ اس طرح ہیں:

۱۔امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ کی طرف سے شہر القدس کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرلیا جائے گا۔

۲۔اسرائیل، تنظیم آزادی فلسطین اور حماس کے درمیان سہ فریقی معاہدے پر دستخط کرائے جائیں گے اور نئی فلسطینی حکومت قائم کی جائے گی جس کا نام ''جدید فلسطین'' ہوگا۔یہ نئی حکومت مغربی کنارے اور غزہ کی پٹی پر مشتمل ہوگی جہاں کوئی یہودی کالونی نہیں ہوگی۔قریہ ابودیس ،جس کو ایک دیوار کے ذریعے القدس سے جدا کردیا گیا ہے، فلسطین کا دارالحکومت ہوگا۔ شہر القدس کا مشرقی حصہ خالی کرکے اس کے بعض اجزا کو مغربی کنارے میں شامل کردیا جائے گا۔بیت المقدس کی تقسیم عمل میں نہیں آئے گی۔وہاں اسرائیلی اور فلسطینی دونوں کو آنے کی اجازت ہوگی۔البتہ عرب آبادی کو جدید فلسطین میں منتقل کردیا جائے گا،وہ اسرائیل میں نہیں رہ پائیں گے۔شہر القدس کے تمام امور کی ذمہ دار یہودی القدس (یروشلم) میونسپلٹی کی ہوگی،سوائے تعلیم کے۔اس کا انتظام جدید فلسطین کے ہاتھ میں ہوگا اور جدید فلسطین ہی یہودی القدس میونسپلٹی کو ارنونا اور پانی کا ٹیکس ادا کرے گا۔

۳۔فلسطینی فریق کو ان متعدد اسرائیلی کالونیوں کو یہودیوں کے زیر انتظام باقی رکھنے پر اتفاق کرنا ہوگا جن کے بارے میں اقوام متحدہ کا یہ مطالبہ ہے وہاں تعمیر روک دی جائے۔

۴۔مغربی کنارے کو تین علاقوں میں تقسیم کردیا جائے گا۔سیاسی اسٹریکچر وغیرہ میں ہوگا۔ ابودیس اور القدس کے درمیان ایک پل تعمیر کیا جائے گا جسے عبور کرکے مسلمان مسجد اقصیٰ میں نماز کے لئے آسکیں گے۔

۵۔فلسطینی پناہ گزینوں سے وطن واپسی کا حق چھین لیا جائے گا۔یعنی انہیں دوبارہ اپنے وطن میں واپس آنے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔امریکہ کی کوشش یہ ہے کہ فلسطینی پناہ گزینوں کو عرب ممالک ،بالخصوص ،اردن اور مصر میں بسایا جائے۔اس کے عوض ان دونوں ممالک کو اقتصادی امداد فراہم کی جائے گی۔چنانچہ ٹرمپ کے بعض اقدامات سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔مثلاً امریکہ نے فلسطینیوں کو مدد فراہم کرنے والی ایجنسی 'اونروا' کو دی جانے والی امداد کی مقدار گھٹا کر نصف کردی ہے۔ اونروا (UNRWA-United Nation Relief and Works Agency for Palestine) اقوام متحدہ کا ایک ادارہ ہے جو اردن،شام،لبنان،مغربی کنارے اور غزہ پٹی میں آباد فلسطینی پناہ گزینوں کی مدد کرتا ہے۔

۶۔جدید فلسطینی حکومت کی تشکیل اور اس کا انفرااسٹرکچر کھڑا کرنے کے لئے خلیجی ممالک تقریباً ۱۰ ملین ڈالر پیش کریں گے۔مصر'جدید فلسطین' کو ایک ہوائی اڈہ بنانے،فیکٹریاں قائم کرنے اور تجارتی وزراعتی لین دین کے لئے قطعہ اراضی فراہم کرے گا۔اس اراضی میں فلسطینیوں کو رہائش اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔غزہ کے اندر ایک ہوائی اڈہ،بحری بندگاہ قائم کی جائے گی۔اس کے علاوہ فلسطینیوں کی آبادکاری ،زراعت ،انڈسٹری اور نئے شہر کی تعمیر بھی شامل ہے۔

۷۔یہودیوں کو عربوں کے مکانات خریدنے کی اجازت تو نہیں ہوگی،لیکن عربوں کو بھی یہودیوں کے مکانات خریدنے کی اجازت نہیں ہوگی۔شہر القدس میں دوسرے علاقے شامل نہیں کیئے جائیں گے۔

۸۔''جدید فلسطین'' کو اپنی فوج، اپنے ہتھیار رکھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔صرف ان ہتھیاروں کو رکھنے کی اجازت ہوگی جو پولیس کے پاس ہوتے ہیں۔

۹۔مصر ''جدید فلسطین'' جو اراضی فراہم کرے گا اس میں فلسطینیوں کو آباد ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔وہ صرف ہوائی اڈے ،فیکٹریاں وغیرہ قائم کرنے کے لئے ہوگی۔

۱۰۔اراضی کا حجم اور سائز اور اس کی قیمت وہی ہوگی جس پر فریقین (اسرائیل اور فلسطین) کے

درمیان ڈیل کی توثیق کرنے والے ممالک کی وساطت سے اتفاق ہوجائے گا۔ڈیل کی توثیق کرنے والے ممالک سے مراد امریکہ، یوروپی اتحاد اور وہ خلیجی ممالک ہیں جو تیل پیدا کرتے ہیں۔

۱۱۔اسرائیل اور جدید فلسطین کے درمیان اس معاہدے پر دستخط اس شرط پر ہوں گے کہ کسی بھی طرح کے خارجی حملوں سے جدید فلسطین کا دفاع اسرائیل کی ذمہ داری ہوگی، بشرط کہ جدید فلسطین اسرائیل کو اس دفاع کی قیمت ادا کرے۔ اسرائیل اور عرب ممالک کے درمیان بھی اس بات پر معاملات طے پائیں گے کہ حمایت و دفاع کے بدلے میں عرب ممالک اسرائیل کو کیا قیمت ادا کریں گے۔

حصہ داری کی تقسیم: اس ڈیل کو نافذ کرنے میں امریکہ کی حصہ داری ۲۰ فی صدکی ہوگی۔ یوروپی اتحاد کی حصہ داری ۱۰فی صد ہوگی اور تیل پیدا کرنے والی خلیجی ممالک کی حصہ داری ۷۰ فی صد ہوگی۔خلیجی ممالک کے درمیان ۷۰ فی صد کا یہ تناسب ان کی تیل پیداوار کے تناسب سے تقسیم ہوگا۔نئے فلسطین کی تعمیر کی غرض سے اس ڈیل کو نافذ کرنے کے لئے آئندہ پانچ برسوں کے دوران ۳۰ کروڑ ڈالر خرچ کئے جائیں گے۔اس رقم کی فراہمی سعودی عرب اور عرب امارت کے ذمہ ہوگی۔

ڈیل پر دستخط: اس پر دستخط کیے جانے کے وقت ہی حماس سے اس کا تمام اسلحہ لے لیا جائے گا۔اس میں حماس کے رہنماؤں کا ذاتی اسلحہ بھی شامل ہوگا۔یہ اسلحہ مصریوں کو دے دیا جائے گا۔اس کے بدلے میں حماس کے لوگوں کو عرب حکومتوں کی جانب سے تنخواہیں دی جائیں گی۔

غزہ کی حدود کو عالمی تجارت کے لئے کھول دیا جائے گا۔یہ تجارت اسرائیل اور مصر کے راستوں سے ہوگی۔بحری راستوں سے بھی تجارت کے راستے کھول دیے جائیں گے۔معاہدے پر ایک سال مکمل ہوجانے کے بعد جدید فلسطین میں جمہوری انتخابات کرائے جائیں گے، جن میں ہر فلسطینی شہری کو حصہ لینے کا حق حاصل ہوگا۔اور انتخابات پر ایک سال گزر جانے کے بعد بتدریج آئندہ تین برسوں کے دوران تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا۔بحری بندرگاہ اور ہوائی اڈہ بھی جدید فلسطین کے قیام سے پانچ برس کے دوران بنالیے جائیں گے۔اس دوران جدید فلسطین اسرائیلی ہوائی اڈے اور بندرگاہ کا استعمال کرے گا۔جدید فلسطین اور اسرائیل کے مابین ایک دوسرے کی سرحدین عام آمدورفت کے لئے اسی طرح کھلی رہیں گی جس طرح دوست ممالک کے لئے کھلی رہتی ہیں۔

ڈیل کی جو کچھ جزئیات سامنے آئی ہیں، ان سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ڈیل کا یہ منصوبہ گزشتہ طے پانے والے تمام امن منصوبوں کے برخلاف ہے۔گزشتہ جتنے بھی امن منصوبے طے پائے تھے وہ اس بنیاد پر قائم تھے کہ ایک فلسطینی حکومت قائم ہوگی جس کا دارالحکومت ۱۹۶۷ء کی حدود پر مبنی مشرقی القدس ہوگا۔سامنے آنے والی شقوں سے یہ بھی بالکل واضح ہے کہ ڈیل میں یہ بات بھی شامل ہے کہ عرب اور اسرائیل کے مابین تعلقات نارمل ہوجائیں گے بلکہ یہ جز اس ڈیل کا بنیادی رکن ہوگا۔اس ڈیل کے تحت آخری سودے بازی اس بات پر ہوگی کہ اسرائیل اور عرب ممالک کے درمیان امن کے مقصد سے مذاکرات ہوں اور ان مذاکرات کی سربراہی سعودی عرب کرے گا۔

نہ ماننے کا انجام: اگر حماس اور تنظیم آزادی فلسطین اس ڈیل کو ماننے سے انکار کرتے ہیں تو امریکہ فلسطینیوں کو دی جانے والی تمام امداد کو لعدم کردے گا اور اس بات کی کوشش کرے گا کہ کوئی دوسرا ملک بھی فلسطینیوں کی مدد نہ کرسکے۔اگر تنظیم آزادی فلسطین نے ڈیل سے اتفاق کرلیا لیکن حماس اور جہاد اسلامی نے اتفاق نہ کیا تو اس کے انجام کی ذمہ داری ان دونوں تنظیموں کے سر پر ہوگی اور اسرائیل وحماس کے مابین کسی بھی قسم کے فوجی تصادم میں امریکہ اسرائیل کی مدد کرے گا اور حماس اور جہاد اسلامی کی قیادت کو ذاتی طور پر نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔اس کی وجہ امریکہ کے نزدیک یہ ہے کہ وہ یہ برداشت نہیں کرے گا کہ 'چند سو لوگ' لاکھوں افراد کے مستقبل کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔اگر اسرائیل ڈیل پر اتفاق سے انکار کرتا ہے تو اس کو ملنے والی اقتصادی مدد بھی روک دی جائے گی۔

ڈیل کے موافق ومخالف ممالک: اس ڈیل کو متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب کی تائید حاصل ہے۔بلکہ برطانوی ویب سائٹ مڈل ایسٹ آئی کے مطابق ٹرمپ کے مشیر خاص اور اس ڈیل کے روح رواں جیریڈ کوشنر نے سعودی ولی عہد سے ملاقات کرکے اس ڈیل کی جزئیات سے واقف بھی کرادیا ہے۔فلسطینی

صدر محمود عباس کو اس ڈیل پر راضی کرنے کی ذمہ داری بھی کوشنر نے سعودی ولی عہد محمد بن سلمان پر ڈالی تھی۔ گزشتہ نومبر میں محمد بن سلمان نے اس سلسلے میں محمود عباس سے ملاقات کرکے اسے تسلیم کرلینے کی درخواست کی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابن سلمان اس ڈیل کے نفاذ کے سلسلے میں اتنے پرجوش اس لیے ہیں یہ ڈیل اسرائیل اور سعودی عرب کے درمیان دوستی کی پہلی اینٹ کا کام کرے گی۔ اسرائیل کی دوستی سعودی عرب کے لئے اسے اپنا ہم نوا بنا سکے۔ اسی لیے ابن سلمان اس ڈیل کو نافذ کرنے کے لیے بڑی سے بڑی رقم لگانے کو تیار ہیں۔ ابن سلمان کا کہنا ہے: ''جب تک فلسطینی مسئلہ حل نہیں ہوجاتا ہم اسرائیل کو اپنے ساتھ ملانے پر قادر نہیں ہوسکتے ہیں۔''

دوسری طرف ابھی تک ایران اور اردن کے علاوہ کسی بھی ملک کی جانب سے اس طرح کا واضح بیان سامنے نہیں آیا ہے جس میں اس نے ڈیل سے عدم اتفاق یا اس کی مخالفت کا عندیہ دیا ہو۔ ایران نے کہا ہے کہ وہ فلسطین کی مزاحمتی تحریکوں 'حزب اللہ' اور 'حماس' کے ساتھ ہے۔ روس نے بھی اس سے عدم اتفاق کا اشارہ دیا ہے۔ دوسرا ملک اردن ہے جس نے علی الاعلان اس ڈیل کو مسترد کیا۔ شاہِ اُردن عبداللہ نے کہا ہے: ''مجھ پر دباؤ ڈالا جارہا ہے، لیکن میرے لئے القدس ریڈ لائن ہے۔ میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ میرے عوام بھی میرے ساتھ ہے۔ جو لوگ ہم پر اثر انداز ہونا چاہتے ہیں، وہ اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہو پائیں گے۔''

تمہارا ظرف کہ تم آندھیاں چلاتے رہو

اگر چہ خار ہیں ہر سو قدم بڑھاتے رہو
خدا کی راہ میں انصار آرہے ہیں ابھی
دلوں میں عزم نیا، حوصلہ نیا لے کر
قدم ہمارے قدم سے سدا ملاتے رہو

شبِ سیاہ ڈھلے گی دِیے جلاتے رہو
طلوعِ صبح کے آثار آرہے ہیں ابھی
عزیمتوں کے سزاوار آرہے ہیں ابھی
شبِ سیاہ ڈھلے گی دِیے جلاتے رہو

بہار آکے رہے گی یقینِ کامل ہے
کوئی بھی سیل مخالف نہ روک پائے ہمیں
خدا کی راہ میں یہ حوصلہ دکھاتے رہو

ہماری راہ میں نصرت خدا کی شامل ہے
یہ کارواں تو بڑے حوصلوں کا حامل ہے
شبِ سیاہ ڈھلے گی دِیے جلاتے رہو

محاذ ہاتھ لگے گا کہ چھوٹ جائے گا
شکست ہو کہ ظفر یہ خدا کی مرضی ہے
زباں سے نعرۂ تکبیر گنگناتے رہو

سفر میں کوئی سفینہ بھی ٹوٹ جائے گا
مگر غرور تو دشمن کا ٹوٹ جائے گا
شبِ سیاہ ڈھلے گی دِیے جلاتے رہو

یہ حوصلہ یہ جوانی کا میل اچھا ہے
پلٹ پلٹ کے سمندر کی موج کہتی ہے
جمود آنہ سکے سیل وہ بہاتے رہو
خودی کا رازِ نہاں دین کی اقامت ہے
وہ جس کے نور سے روشن ہے عظمتِ رفتہ
ہر اک جواں کو خودی کا سبق پڑھاتے رہو

نشانہ باز و شاور کا کھیل اچھا ہے
جواں لہو کے لیے دھار و سیل اچھا ہے
شبِ سیاہ ڈھلے گی دِیے جلاتے رہو
عبادتوں میں بڑی ایک یہ عبادت ہے
اسی خودی سے پرے قوم کی قیادت ہے
شبِ سیاہ ڈھلے گی دِیے جلاتے رہو

مومنؔ ہندیؔ، ممبرا

Junaid Khan Ghawri
9921125568
Pacific Medical Agency
پیسفک میڈیکل ایجنسی
Mankarna plot ,Gawli pura ,MM Road Akola.444001

مغربی اسلام

ایک ہاتھ میں نماز، دوسرے ہاتھ میں ہم جنس پرستی سر پر سیکولرازم کا تاج

شاہنواز فاروقی

مغرب کے پالیسی ساز برطانوی جریدے ”دی اکنامسٹ“ کے مضمون کا ایک تجزیہ

ایک ہزار سال سے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں مغرب کی حکمت عملی یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو فنا کردو، یا ان کو اس طرح بدل دو کہ اسلام، اسلام نہ رہے اور مسلمان، مسلمان نہ رہیں۔ بسا اوقات مغرب نے اسلام اور مسلمانوں کو بیک وقت کچلا بھی ہے اور بدلا بھی ہے۔ 1095ء میں پوپ اُربن دوئم نے صلیبی جنگوں کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کو فنا کرنے کی سازش کی تھی۔ نو آبادیاتی دور میں مغربی طاقتوں نے مسلمانوں کو مارا بھی اور اپنی تعبیرات کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کو بدلا بھی۔ اس حوالے سے اکبرالہ آبادی نے بے مثال شعر کہا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے:

توپ کھسکی پروفیسر آئے
جب بسولہ ہٹا تو رندا ہے

اکبر کہہ رہے ہیں کہ مغرب پہلے توپ کے ذریعے حریفوں پر غالب آتا ہے، اور غلبے کے بعد پروفیسروں یا دانش وروں کو بھیج کر توپ سے حاصل ہونے والے غلبے کو تہذیبی اور علمی بنیادیں مہیا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ برصغیر میں یہی ہوا۔ پہلے انگریزوں نے عسکری طاقت کے ذریعے مسلم سلطنت کو تہ و بالا کیا، اور پھر لارڈ میکالے اور ان جیسے لوگوں نے یہاں آکر مقامی باشندوں کو مغربی علوم کے ذریعے ”مہذب“ بنانے کی کوشش کی۔ نائن الیون کے بعد مغرب پوری طرح ننگا ہو کر سامنے آگیا تھا۔ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ ٹوئن ٹاورزکس نے گرائے ہیں اور پینٹاگون کے صدر دفتر کو کس نے نشانہ بنایا ہے، مگر امریکہ کے نیوز چینل ’فوکس نیوز‘ پر امریکہ کے دو سابق وزرائے خارجہ اور سی آئی اے کے دو سابق سربراہ اس بات پر متفق تھے کہ اگر امریکہ کو جوابی کارروائی میں افغانستان کے خلاف ایٹم بم بھی استعمال کرنا پڑے تو اسے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ نائن الیون کے واقعے نے نہ صرف یہ کہ افغانستان اور عراق پر جارحیت مسلط کرائی بلکہ پاکستان کے حکمرانوں کو کرائے کے فوجی میں تبدیل کردیا۔ نائن الیون نے امریکہ اور یورپ میں آباد مسلمانوں کو بدترین دباؤ اور خوف میں مبتلا کردیا۔ مغربی ممالک میں مسلمانوں پر حملے عام ہو گئے۔ ان کے خلاف نفرت کی سطح بلند ہو گئی۔ کئی یورپی ممالک میں برقعے کو کیا، اسکارف کو بھی ممنوع قرار دے دیا گیا۔ امریکہ میں پیٹریاٹ ایکٹ ون اور پیٹریاٹ ایکٹ ٹو کے تحت مسلمانوں کی آزادیاں سلب کرلی گئیں۔ ان کی ڈاک کی نگرانی ہونے لگی، ان کی ای میلز پر نظر رکھی جانے لگی، ان کے فون ٹیپ کیے جانے لگے، انہیں چھ ماہ کے لیے کوئی وجہ بتائے بغیر گرفتار کیا جاسکتا تھا۔ مغرب نے خوف کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف 17 سال تک ایک ”ہتھیار“ کے طور پر استعمال کیا۔ اکبرالہ آبادی کے الفاظ میں یہ توپ کا استعمال تھا۔ توپ کے استعمال کے بعد ”پروفیسر“ کو آنا ہی تھا۔ ان میں سے ایک پروفیسر کا نام جیسنڈا آرڈرن ہے۔

مسلم دنیا کے بعض دانش وروں، صحافیوں، تجزیہ نگاروں اور سیاسی رہنماؤں نے جیسنڈا آرڈرن کی اتنی تعریف کی ہے کہ اگر ان کے لیے ممکن ہوتا تو وہ جیسنڈا آرڈرن کو ’عقدِ ثانی‘ کا پیغام دینے سے نہ ہچکچاتے۔ مسلمانوں کی تاریخ ہے کہ خیر اور نیکی کو جہاں دیکھتے ہیں اس کی حمایت بھی کرتے ہیں اور تعریف بھی۔ نیوزی لینڈ کی وزیراعظم جیسنڈا آرڈرن نے سانحہ نیوزی لینڈ کے بعد جس طرح نیوزی لینڈ کے مسلمانوں کی دل جوئی کی، وہ قابل تعریف ہے۔ ہر برادری میں کچھ اچھے انسان ہوتے ہی ہیں۔ چنانچہ ان کی تعریف ہونا ہی چاہیے۔ مگر مغرب ایک ہزار سال سے اسلام اور

مسلمانوں کے تعاقب میں ہے۔ مسلمان مغرب کے ’’دودھ‘‘ ہی کے نہیں ’’چھاچھ‘‘ کے بھی جلے ہوئے ہیں، چنانچہ انہیں کسی واقعے کے بہاؤ میں بہنا نہیں چاہیے، اور ’’حقائق‘‘ پر نظر رکھنی چاہیے۔

نیوزی لینڈ کی آبادی صرف 50 لاکھ ہے۔ عالمی سیاست سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ نیوزی لینڈ میں مسلمانوں کی آبادی ایک فیصد سے بھی کم ہے۔ چنانچہ بظاہر وہاں دو مساجد پر حملے کا کوئی ’’منطقی جواز‘‘ نہیں تھا۔ مگر وہاں دو مساجد پر دن دہاڑے حملہ ہوا اور 50 مسلمان شہید اور 40 سے زیادہ زخمی ہوگئے۔ 28 سالہ برینٹن ٹیرنٹ کے انتہا پسندوں سے رابطے تھے اور وہ سوشل میڈیا پر اپنے انتہا پسندانہ خیالات کا اظہار کر رہا تھا، مگر نیوزی لینڈ سمیت کسی مغربی ملک کی انٹیلی جنس ایجنسیوں نے ان خیالات کا نوٹس نہ لیا۔ اُس نے چھے سات بڑی گنز خریدیں، مگر نیوزی لینڈ کے متعلقہ اداروں نے اس بات کا نوٹس ہی نہ لیا کہ ایک نوجوان اپنے گھر میں اسلحہ کا ڈھیر کیوں لگا رہا ہے۔ اخباری رپورٹ سے ثابت ہوچکا ہے کہ پولیس دو منٹ میں موقع واردات پر پہنچ سکتی تھی، مگر نہیں پہنچی۔ پانچ منٹ میں ایمبولینسز آسکتی تھیں، مگر نہ آئیں۔ تو کیا جیسنڈا آرڈرن کا جذبہ جھوٹا ہے؟ نہیں، مگر ان کا جذبہ ’’سیاسی‘‘ ضرور ہے۔ مگر اس دعوے کی دلیل کیا ہے؟

مغرب ایک ہزار سال سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ’’ایک اکائی‘‘ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسلمانوں پر صلیبی جنگ کسی ایک مغربی ملک نے مسلط نہیں کی تھی بلکہ ’’پورا یورپ‘‘ صلیبی جنگوں میں شریک تھا۔ مسلمانوں پر نوآبادیاتی دور کسی ایک مغربی ملک نے نہیں ٹھونسا تھا، بلکہ یورپ کی ’’تمام اقوام‘‘ اس کی ذمے دار تھیں۔ نائن الیون کے بعد افغانستان پر صرف امریکہ نے حملہ نہیں کیا تھا، بلکہ تمام مغربی اقوام اس سلسلے میں امریکہ کے ساتھ تھیں۔ چنانچہ سانحہ نیوزی لینڈ کو ’’مقامی واقعہ‘‘ اور جیسنڈا آرڈرن کے طرزِعمل اور ردعمل کو ’’انفرادی طرزِعمل‘‘ اور ’’انفرادی ردعمل‘‘ سمجھنا درست نہیں۔

اس کی ایک نہیں، کئی ٹھوس شہادتیں موجود ہیں۔ اگرچہ نیوزی لینڈ کا عالمی سیاست سے بظاہر کوئی تعلق نہیں، مگر نیوزی لینڈ دنیا کے اُن چھے سات ممالک میں شامل ہے جن کے ساتھ امریکہ خفیہ معلومات کا تبادلہ کرتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ نیوزی لینڈ مغرب کے عالمی ایجنڈے کے دائرے کے اندر ہے، اس کے باہر نہیں۔ سانحہ نیوزی لینڈ 15 مارچ 2019ء کو ہوا، اس سے محض ایک ماہ قبل لندن سے شائع ہونے والے مغربی دنیا کے اہم ترین ہفت روزے ’’دی اکنامسٹ‘‘ نے اپنے 9 فروری سے 15 فروری 2019ء کے شمارے میں 12 صفحات پر مشتمل ایک تفصیلی رپورٹ شائع کی ہے۔ رپورٹ کا مجموعی عنوان ہے:

Here to Stay(Islam)

مغرب میں اسلام کے ’’Stay‘‘ کرنے کا مفہوم کیا ہے، اس پر آئندہ سطور میں تفصیل سے گفتگو ہوگی، البتہ یہاں یہ کہنا اہم ہے کہ امریکہ اور پورا یورپ نائن الیون کے بعد سے اب تک

"Islam you must not stay here"

اور

"Muslims you must not stay here"

کے عنوان سے مہم چلائے ہوئے تھے۔ مگر اب اچانک مغرب کا ایک اہم ’’رائے ساز‘‘ اور ’’رجحان ساز‘‘ رسالہ اپنی تفصیلی رپورٹ میں بتا رہا ہے کہ اسلام اور مسلمان مغرب میں ’’Stay‘‘ کرنے کے لیے آئے ہیں۔ دی اکنامسٹ کے اس شمارے میں شائع ہونے والے ایک صفحے کے مضمون کا عنوان بھی معنی خیز ہے:

"Muslims are going native"

یعنی مغرب میں مقیم مسلمان ’’مقامی‘‘ بن رہے ہیں۔

حالانکہ مغرب اور اس کے ذرائع ابلاغ گزشتہ 18 سال سے اس بات کے لیے مہم چلائے ہوئے تھے کہ مغرب میں مسلمان ’’مقامی‘‘ نہیں ہیں، وہ ’’اسلامی‘‘ ہیں، ’’جہادی‘‘ ہیں، ’’جنوبی ایشیائی‘‘ ہیں، ان پر ’’مشرق وسطیٰ‘‘ کا اثر ہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر اب مغرب کا ایک اہم رسالہ چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے: سنو سنو اے دنیا والو! مغرب کے مسلمان ’’مقامی‘‘ ہوگئے ہیں۔ مغرب کے نزدیک مسلمانوں کے ’’مقامی‘‘ ہونے کا کیا مفہوم ہے، اس کا ذکر بھی آئندہ سطور میں ہونے والا ہے۔

امریکہ کے ممتاز ہفت روزے Time کے یکم اپریل 2019ء کے شمارے کا ’’سرورق‘‘ بھی انتہائی اہم ہے۔ ٹائم نے سانحہ نیوزی لینڈ کے حوالے سے سرورق بنایا ہے۔ سرورق پر تین افراد قارئین کی طرف پیٹھ کیے کھڑے ہیں۔ ان

میں سے ایک ''باحجاب'' مسلمان عورت بھی ہے۔ تینوں افراد ستاروں سے مزین افق کو دیکھ رہے ہیں اور ان کے قدموں میں گلاب کے پودے اگ رہے ہیں۔ ٹائٹل کی سرخی ہے:

"WHAT TERROR CAN'T DIVIDE"

یعنی ''وہ جسے دہشت تقسیم نہیں کرسکتی''۔ اس سرخی کا مزید آسان ترجمہ یہ ہے:

''دہشت گردی مغرب کے مسلمانوں اور مقامی آبادی کو تقسیم نہیں کرسکتی''۔

بہت اچھی بات ہے، مگر پوری مغربی دنیا اور اس کے ہزاروں اخبارات، رسالے اور چینلز گزشتہ 18 برس سے مغرب و مشرق میں آباد مسلمانوں اور مغرب کی مقامی آبادی کو ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کرکے انہیں تقسیم کر رہے تھے۔ سوال یہ ہے کہ مغرب کے حکمرانوں اور ذرائع ابلاغ کے قلوب و اذہان میں اچانک اسلام اور مسلمانوں کے لیے ''محبت کے چشمے'' کیوں ابلنے لگے؟ اس سوال کے دو جواب ہیں، ایک جواب خود دی اکنامسٹ کے 16 سے 22 فروری 2019ء کے شمارے میں موجود ہے۔ اس جواب کی تفصیلات دل دہلا دینے والی ہیں۔ ذرا دل تھام کر ملاحظہ کیجیے:

دی اکنامسٹ نے Muslims are going native کے عنوان سے اپنے مضمون میں لکھا:

''مغربی اسلام'' کی ایسی کایا کلپ ہو رہی ہے جس کا بہت کم نوٹس لیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ اس ہفتے کی ہماری رپورٹ سے ظاہر ہے ''فطری انجذاب اور قبولیت وہ کام کر رہے ہیں جو اسلامی انتہا پسندی کے سلسلے میں حکومتیں بھی نہیں کرسکیں''۔

(دی اکنامسٹ۔ 16 تا 22 فروری 2019ء۔ صفحہ 13)

سوال یہ ہے کہ جو کام مغربی حکومتیں بھی نہیں کرسکیں وہ کام کیا ہے؟ اس سوال کا جواب دی اکنامسٹ کی زبانی سنیے، لکھتا ہے:

"Three generations after their arrival, they are fashioning a theology for highly diverse societies and secular systems of government in which Islam does not hold power. In short, they are building a Western Islam"

(The Economist Page-5)

ترجمہ: (مسلم دنیا سے مغرب میں آنے والی) تین نسلیں ایک متنوع معاشرے اور سیکولر نظام حکومت میں ایک ایسی Theology وضع کر رہی ہیں، جس کے دائرے میں طاقت اسلام کے پاس نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ (مغرب میں آباد مسلمانوں کی تین نسلیں) ''مغربی اسلام'' تخلیق کر رہی ہیں''۔

''مغربی اسلام'' کیا ہے، آیئے دی اکنامسٹ ہی سے سنتے ہیں۔ دی اکنامسٹ کے مطابق جرمنی کے وزیر داخلہ ہورسٹ زیہوفر نے کچھ عرصہ قبل کہا تھا کہ اسلام کا جرمنی سے کوئی تعلق نہیں۔ تاہم انہوں نے اپنی رائے سے رجوع کیا ہے اور اب وہ کہہ رہے ہیں کہ اسلام کا جرمنی سے تعلق ہوسکتا ہے۔ انہوں نے حال ہی میں جرمنی میں آباد مسلمانوں کے لیے ایک استقبالیہ دیا تھا۔ اس استقبالیے میں طرح طرح کی شرابیں بھی تھیں اور خنزیر کا گوشت بھی۔ ایک جرمن اہلکار نے اس موقع پر کہا کہ اگر مسلمانوں کو مغرب کی ''عریانی'' اور شراب بری لگتی ہے تو وہ کہیں اور جا کر رہیں۔

(دی اکنامسٹ صفحہ۔ 7)

آپ نے مغرب کے تخلیق کردہ ''مغربی اسلام'' کا ایک چہرہ ملاحظہ کیا۔ اب دوسرا چہرہ ملاحظہ فرمایئے۔ اکنامسٹ لکھتا ہے:

''جرمنی میں اسلام کو جرمنی کی شرائط پر قومی زندگی کا حصہ بنانے کا منصوبہ جرمنی کے سول سرونٹ مارکس کربر سے متعلق ہے۔ مارکس کربر کا کہنا ہے کہ جرمنی کی مساجد کو بیرونی ہاتھوں سے آزاد کرا کے اپنے ہاتھوں میں لینے کی ضرورت ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح جرمن رہنما بسمارک نے 19 ویں صدی میں کیتھولک چرچ کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ مارکس کربر کے مطابق مساجد کو حکومت اسی طرح امداد دے سکتی ہے جس طرح وہ عیسائیوں اور یہودیوں کی عبادت گاہوں کو امداد دیتی ہے۔ اس کے بقول مساجد میں ''غیر ملکی اماموں'' کی جگہ ''جرمن اماموں'' کو تعینات کیا جانا چاہیے۔ ان اماموں کو حکومت خود تربیت دے گی اور اماموں کا تقرر حکومت کے ہاتھ میں ہوگا۔ ایک وقت تھا کہ مغربی سیاسی رہنما کثیر الثقافتی اور متنوع معاشرے کی بات کیا کرتے تھے، مگر اب وہ مسلمانوں پر زور دے رہے ہیں کہ ان کے عقائد کو مغربی اقدار سے ہم آہنگ ہونا ہوگا''۔

(دی اکنامسٹ۔صفحہ 7)

دی اکنامسٹ نے ’’مغربی اسلام‘‘ کے ایک اور چہرے پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بقول آسٹریا کے اسکولوں میں مسلم بچیوں سے کہا جارہا ہے کہ وہ تیراکی سیکھیں اور تیراکی کی کلاسز لیں۔ مسلمان طالبات پر زور دیا جارہا ہے کہ وہ جبری شادیوں اور ہم جنس پرستی کو برا گردانںے کے خلاف لکھیں۔

(دی اکنامسٹ۔صفحہ 8)

’’مغربی اسلام‘‘ کے ایک اور چہرے کی نشاندہی کرتے ہوئے دی اکنامسٹ نے لکھا ہے:

’’آئرلینڈ میں سلفی مسلمانوں کی پرانی نسل چھوٹے چھوٹے اسلامی قوانین کا دفاع کررہی ہے اور ان کے بچوں میں یہ بحث ہورہی ہے کہ خدا ہے بھی کہ نہیں۔ آئرلینڈ ہی میں فتویٰ دینے والے ادارے نے سود میں جڑیں رکھنے والے رہن کی حمایت کردی ہے۔ آئرلینڈ کے مفتیوں کا کہنا ہے کہ اسلام لانے والی عورت غیر مسلم شوہر کے ساتھ زندگی بسر کرسکتی ہے۔ بہت سے لوگ سخت انحرافی رویوں سے صرفِ نظر کرتے ہیں۔ ایک امام نے کہا: ’’میں خدا تھوڑی ہوں، یہ تو خدا کام ہے کہ وہ بتائے کیا اچھا ہے کیا برا ہے‘‘۔ دی اکنامسٹ کے بقول شام سے تعلق رکھنے والے ایک پروفیسر بسام طائبی نے کہا کہ ’’یورپی اسلام‘‘ کی جڑیں نشاۃ ثانیہ، روشن خیالی اور فرانسیسی انقلاب میں پیوست ہیں۔ مغرب میں ایسی مساجد وجود میں آچکی ہیں جہاں خواتین نمازوں کی امامت کررہی ہیں۔ کئی مساجد میں نمازِ جمعہ، جمعہ کے روز نہیں بلکہ اتوار کے روز ادا کی جاتی ہے، اس لیے کہ مغربی ممالک میں جمعہ کا دن دفاتر میں حاضری کا دن ہے۔ لمیا قادر نام کی ایک شامی نژاد عورت ہم جنس پرستوں کے حقوق کی بات کررہی ہے۔ وہ ٹوئٹر پر ہم جنس پرست مسلمانوں کی نمازوں کا اعلان کرتی ہے۔ فرانس میں ہم جنس پرست اماموں کی تربیت کا ادارہ قائم کیا جاچکا ہے۔

(دی اکنامسٹ۔صفحہ 11)

گھبرایئے نہیں، ابھی ’’مغربی اسلام‘‘ کے ایک اور چہرے کا دیدار باقی ہے۔ دی اکنامسٹ لکھتا ہے:

’’جرمنی میں ’’سیکولر اسلام‘‘ کے نام سے ایک ادارہ قائم ہوچکا ہے۔ ایک امام مسجد نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ’’تنقیدی سوانح‘‘ لکھ ڈالی ہے۔ امریکہ کے Pew Research Center کے ایک سروے کے مطابق مغرب میں آباد 23 فیصد مسلمان اپنے تشخص کو اسلام سے وابستہ نہیں کرتے۔ دی اکنامسٹ کے مطابق امریکہ کے پچاس فیصد مسلم طلبہ و طالبات نے تسلیم کیا ہے کہ وہ شادی سے پہلے جنسی تعلقات کے تجربے سے گزر چکے ہیں۔ ایک تحقیق کے مطابق 2013ء میں کوئی مسلم لڑکی یہ اعتراف نہیں کرتی تھی کہ اس کا کوئی بوائے فرینڈ ہے۔ اب بہت سی لڑکیاں کہتی ہیں کہ وہ Bi-Sexual ہیں۔ Muslim dating app بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ پہلے مساجد میں عورتیں مساجد کی گیلریوں میں نماز پڑھتی تھیں، اب مغربی ممالک کی مساجد میں وہ مردوں کے ٹھیک پیچھے بلکہ ان کے ساتھ کھڑے ہوکر نماز پڑھتی نظر آتی ہیں۔ مغرب میں آباد مسلمانوں میں ہم جنس پرستی کے خلاف سخت ردعمل موجود ہے۔ برطانیہ کے 65 سے 76 فیصد افراد ہم جنس پرستی پر پابندی عائد کرنا چاہتے ہیں، مگر 18 سے 24 سال کی عمر کے برطانوی نوجوانوں میں سے صرف 40 فیصد ہم جنس پرستی کے خلاف ہیں۔

(دی اکنامسٹ۔صفحہ 12)

اب آپ کو اندازہ ہوا کہ مسلمانوں کے Native یا ’’مقامی‘‘ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اب آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ مغرب کے ذرائع ابلاغ یہ کیوں کہہ رہے ہیں کہ اب اسلام مغرب میں ’’Stay‘‘ کرے گا۔ ان حقائق سے آپ کو یہ بات بھی معلوم ہوگئی ہوگی کہ نیوزی لینڈ کی وزیراعظم جیسنڈا آرڈرن کا جذبہ کیوں ’’سیاسی‘‘ ہے۔ وہ اسلام کے اصل تشخص پر اصرار کرنے والے مسلمانوں کو گلے نہیں لگا رہی تھیں بلکہ وہ ایسے مسلمانوں کو گلے لگا رہی تھیں جن کی آئندہ نسلوں کو ’’مقامی‘‘ بننا ہے۔ ان نسلوں میں وہ ’’مسلمان‘‘ ہوں گے جو مسلمان ہونے کے باوجود شراب پئیں گے، خنزیر کھائیں گے، ہم جنس پرستی کی حمایت کریں گے، ’’سیکولر اسلام‘‘ ایجاد کریں گے، ہم جنس پرست اماموں کا ادارہ قائم کریں گے۔ ہم ایک بار پھر دہراتے ہیں جیسنڈا آرڈرن مغرب کے مرکزی دھارے سے الگ کوئی شخصیت نہیں ہیں۔ مغرب کے دانش ور ’’مغربی اسلام‘‘ اور مغربی مسلمانوں کی ’’نئی نسلوں‘‘ سے کتنا خوش ہیں اس کا اندازہ آپ فرانس میں اسلام پر اتھارٹی سمجھے جانے والے اولیویئر رائے (Olivier Roy) کے تبصرے سے کیجیے۔ فرماتے ہیں:

’’مسلمانوں کی نئی نسل نے جنگ میں فتح

حاصل کرلی ہے''۔(دی اکنامسٹ، صفحہ 12)
رائے کے نزدیک مسلمانوں کی ''گمراہی'' فتح ہے، ''ضلالت'' کامیابی ہے، اور اسلام سے وابستہ رہنا ان کی شکست ہے۔ اس سلسلے میں چلتے چلتے خود دی اکنامسٹ کی رائے بھی سن لیجیے:

"Islam belongs to Western history and culture. Muslims have governed parts of Europe for 13 centuries: they helped kindle the Renaissance. If today's varied and liberal form of Islam continues to flourish, it may even serve as an example of tolerance for the rest of the Muslims world."
(The Economist- Page13)

ترجمہ: اسلام مغرب کی تاریخ اور کلچر کا حصہ ہے۔ مسلمانوں نے یورپ کے کچھ حصوں پر 13 صدیوں تک حکومت کی ہے۔ انہوں نے نشاۃ ثانیہ میں یورپ کی مدد کی۔ اگر اب اسلام مختلف النوع اور لبرل صورت میں فروغ پذیر ہو رہا ہے تو ممکن ہے مغرب کے مسلمان باقی مسلم دنیا کے لیے بھی برداشت کی مثال بن جائیں۔''

آپ نے دیکھا انحرافات، گمراہیوں اور ضلالت کا شکار ہوتے ہی مسلمان کیا، پورا اسلام مغرب کی ''تاریخ اور کلچر کا حصہ'' بھی ہوگیا اور مغرب کو اچانک یہ بھی یاد آگیا کہ مغرب کی نشاۃ ثانیہ اسلامی اثرات کا حاصل تھی۔ لیکن دی اکنامسٹ نے ساتھ ساتھ یہ بھی بتادیا ہے کہ ''مغرب کے مسلمان'' ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے ''نمونۂ عمل'' بھی بن سکتے ہیں۔ اسی منصوبے کے تحت ملعونہ آسیہ کو رہائی دلائی گئی ہے، اسی کے تحت میاں نواز شریف کے دور میں زنا بالرضا کو ''حلال'' کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا، اور میاں صاحب کا ''اعزاز'' ہے کہ ان کے دور میں اس مطالبے کو ''قابلِ غور'' قرار دیا گیا۔

مسلمان کئی بار مغرب میں آباد ہوئے مگر انہیں اہلِ مغرب نے مار بھگایا۔ اس لیے کہ انہوں نے اسلام کو ترک کرنے سے انکار کردیا تھا مگر اِس بار مغرب کے تیور بدلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ دی اکنامسٹ نے لکھا:

"Having settled in the West for the third time in history, this time in a different role, Islam seems destined to stay. The journey so far has not been easy. But a third generation of Muslims now seems set to become a permanent part of a more diverse, more tolerant Western society- as long as that society continues to nurture those virtues."
(The Economist Page13)

ترجمہ: مسلمان اِس بار مغرب میں تیسری مرتبہ آباد ہوئے ہیں، مگر اِس بار ان کا رول مختلف دکھائی دے رہا ہے، چنانچہ اسلام مغرب میں ٹھیرے گا یعنی Stay کرے گا۔ مسلمانوں کا اب تک کا سفر آسان نہیں تھا، مگر اِس بار مغرب میں آباد مسلمانوں کی تیسری نسل مغرب کے زیادہ متحمل مزاج معاشرے کا حصہ بنی ہے، اور جب تک مسلم معاشرہ ان تصورات سے جڑا رہے گا جن سے اب جڑا ہوا ہے تب تک وہ مغرب کے معاشرے کا حصہ رہے گا۔''

آپ نے دیکھا، یہ ہے مغرب کی رواداری، برداشت اور تحمل۔ مسلمان اسلام چھوڑ دیں تو وہ مغرب کا حصہ رہیں گے۔ مسلمان اسلام پر اصرار شروع کردیں گے تو انہیں ایک بار پھر مغرب سے کھدیڑ دیا جائے گا۔ جیسا کہ ظاہر ہے مغرب نے برداشت اور رواداری کا مفہوم ہی بدل ڈالا ہے۔ لیکن بہرحال یہ ہے وہ سب سے بڑی وجہ جو اسلام اور مسلمانوں پر مغرب کی ''مہربانی'' کا سبب بن رہی ہے۔ نیوزی لینڈ کی وزیراعظم جیسنڈا آرڈرن کی ''مہربانیاں'' بھی اسی وسیع مہربانی کا حصہ ہیں، مگر مغرب کا ایک مسئلہ اور بھی ہے۔

سوشلزم کی تحلیل اور سوویت یونین کے خاتمے کے بعد مغرب کا خیال تھا کہ جس طرح 19 ویں اور 20 ویں صدی بھی اس کی تھی اسی طرح 21 ویں صدی بھی اسی کی ہوگی۔ امریکہ کے ممتاز دانش ور فوکو یاما نے اعلان کردیا تھا کہ تاریخ کا سفر سوشلزم اور سرمایہ دارانہ نظام کی کشمکش کے سوا کچھ نہ تھا، چونکہ سوشلزم کو شکست ہوگئی ہے اس لیے تاریخ کا سفر بھی ختم ہوگیا ہے، اور اب دنیا کے پاس کرنے کو صرف ایک ہی کام رہ گیا ہے اور وہ یہ کہ وہ جدید

مغربی تہذیب کی اقدار کی پیروی اور پرستش کرے۔مگر مغرب کی بدقسمتی کہ روس دوبارہ بڑی قوت بن کر ابھر آیا۔اس سے بھی بڑا سانحہ یہ ہوا کہ چین امریکہ کے مقابلے کی طاقت بن کر ابھر آیا۔ ہمیں یاد ہے کہ امریکی دانش ور سیموئل ہن ٹنگٹن نے تہذیبوں کے تصادم کا نظریہ پیش کیا تو جہاں انہوں نے اسلامی تہذیب کو مغرب کے لیے بڑا خطرہ قرار دیا، وہیں یہ بھی کہا کہ تہذیبوں کا تصادم ہوگا تو چین اور اسلامی تہذیب مغرب کے خلاف متحد ہوکر سامنے آسکتی ہیں۔ایسا ہوگا یا نہیں، اس بارے میں ابھی کچھ بھی کہنا ممکن نہیں، مگر مغرب بہرحال یہ چاہتا ہے کہ امریکہ اور چین کے درمیان اگر تصادم کی نوبت آئے تو مسلم دنیا چین کے بجائے امریکہ اور اُس کے اتحادیوں کا ساتھ دے۔ چنانچہ مغرب اس لیے بھی اسلام اور مسلمانوں کے سلسلے میں اپنے لب و لہجے کو بدل رہا ہے۔مگر جیسا کہ ظاہر ہے مغرب اسلام کا بھی دشمن ہے اور مسلمانوں کا بھی۔اس کی خواہش اور کوشش ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو ختم نہیں کیا جاسکتا تو ان کو بدل دو۔مسلمانوں ہی کو نہیں، اسلام کو بھی مغربی بنا دو۔ سرسید مسلمانوں کو مغربی بنانا چاہتے تھے۔ان کا مشہور نعرہ تھا ”مسلمانوں کے ایک ہاتھ میں قرآن، دوسرے میں سائنس، اور سر پر لاالٰہ کا تاج“۔مگر سرسید کا مغرب آج مسلمانوں سے کہہ رہا ہے: ایک ہاتھ میں نماز، دوسرے میں ہم جنس پرستی، اور سر پر لادینیت یعنی سیکولرازم کا تاج۔ سرسید کے دوست اور شاگرد مولانا الطاف حسین حالی بڑے جوش و جذبے کے ساتھ فرمایا کرتے تھے:

حالی اب آؤ پیرویِ مغربی کریں

کاش کوئی مولانا حالی کو عالمِ بالا میں جا کر بتاتا کہ اب ان کی ”پیرویِ مغربی“ کے ”تقاضے“ کیا ہوگئے ہیں؟ مسلم معاشروں میں دانش ور، علما، سیاست دان اور مذہبی عناصر لمبی تان کر سو رہے ہیں۔ان کو معلوم ہی نہیں کہ ایک سیلاب بلاخیز لمحہ لمحہ ان کی جانب بڑھ رہا ہے...... ان کے اسلام اور ان کے معاشرے اور خود انہیں ”مغربی“ بنانے کے لیے۔کیا کوئی زندہ ہے اور سن رہا ہے؟

یہاں کہنے کی ایک بات یہ بھی ہے کہ یہ ہے وہ مغرب جسے مسلم دنیا کے سول اور فوجی حکمران ہمارے لیے ماڈل بنائے ہوئے ہیں۔ یہ ہے وہ مغرب جسے مسلم دنیا کے ذرائع ابلاغ ہمارے لیے قابلِ تقلید سمجھتے ہیں۔ یہ ہے وہ مغرب جس سے مسلم دنیا کے ”احمق دانش ور“ مکالمہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ہے وہ مغرب جسے مولانا مودودیؒ نے 70 سال پہلے ”جاہلیتِ خالصہ“ اور ”شجرِ خبیث“ قرار دیا تھا۔ہم ایک بار پھر اپنے کہے کو دہراتے ہیں۔ کیا کوئی زندہ ہے اور سن رہا ہے؟ ☆☆☆☆

عبرت

میں نے آبشاروں کو دیکھا کہ پانی کی دھاریں پتھروں پر زوروں سے ٹکراتی ہوئی گر رہی تھیں اور گرتے وقت سب دھاریں ایک دوسرے سے ایسی مل جاتی تھیں کہ آنکھیں ایک دھار کو دوسری دھار سے الگ نہیں دیکھ سکتی تھیں، میں ان پانی کے دھاروں سے پوچھا کہ تمہارے پاس انسانوں کے لئے کیا پیغام ہے؟ انہوں نے کہا ہر عروج کے بعد زوال ہے اور پستی کی مصیبتیں ہمیں اتحاد کا درس دیتی ہیں اور مستیٔ عروج کی غفلت ہی ہمیں پستی کی جانب کھینچ لاتی ہے۔

میں نے ان پتھروں سے پوچھا کہ تمہارے پاس انسان کے لئے کیا پیغام ہے ؟ انہوں نے کہا ثبات قدم کا، تجھے اپنے عزم اور ارادوں میں ہمارے مثل ثابت قدم رہ کر مصائب و آلام کے خوف سے لرزہ بر اندام نہ ہونا چاہئے۔

میں نے دیکھا دریا میں سیلاب آیا اور بہت سے دیہات دریا برباد ہوگئے کئی جانیں تلف ہوئیں، ہری بھری کھیتیاں سر سبز؟؟؟ تہہ آب ہوگئیں اور آگے بڑھ کر دیکھا کہ غیر آباد زمیں آباد ہوگئیں۔غریب کسان کے تن مردہ میں جان آگئی بنجر اور خشک زمین پر سبزہ بیگانہ کا فرش بچھ گیا، خودو پھولوں سے کائنات کا ہر ذرہ چمک اٹھا۔میں نے سیلاب سے پوچھا تیری وہ موجیں جو شمال کی طرف بڑھیں ہلاکت اور تباہی کا سامان ساتھ لیتی گئیں اور جو جنوب کی سمت جھکیں سرسبزی اور طراوٹ کا تحفہ ہمراہ لائیں۔آخر یہ کیوں؟ اس نے کہا ”مایوس دلوں کے لئے رحمت اور غفلت پرستوں کے لئے درس عبرت ہوں۔رحمان کی رحمتیں اسی طرح تقسیم ہوتی ہیں۔

ہندوازم کیا ہے؟

تحریر: خشونت سنگھ   ترجمہ و تلخیص: اسماعیل حسن راستی

ہندتو، ہندویت یا ہندوازم کے کٹر پنتھیوں کے مطابق گاندھی، جواہر لال نہرو، سردار پٹیل اور مولانا آزاد نے اس ملک کو ہندو ریاست نہیں بننے دیا، اور سیکولر اسٹیٹ یا غیر مذہبی بنا ڈالا، ہمارے تمام پڑوسی ملکوں نے مذہب کی بنیاد پر فیصلے کیے جس ملک میں جو بھی زیادہ تعداد میں ماننے والا مذہب تھا اس کا پرچم لہرایا، پاکستان اور بنگلہ دیش اسلامی ریاست ، نیپال میں ہندو ریاست برما اور سری لنکا میں بودھ ریاست قائم ہوئی صرف ہندوستان ہی سیکولر اسٹیٹ بنا رہا۔ کیا ہم نے ایک غلط فیصلہ کیا تھا؟ لفظوں کی شعبدہ بازی کے فریب میں نہ آئیں تو ہندویت کے معنی ہی ہیں ہندوستان اور ہندوستان میں رہنے والے تمام ہندوستانی، لہٰذا اس ملک کو ہندو ملک کر دینا چاہیے، کوئی شک نہیں کہ ہندوستان میں 85 فیصد ہندو ہیں لیکن 12 فیصد مسلمان بھی ہیں ، اسی طرح 3 فیصد عیسائی اور دو فیصد سکھ بھی ہیں۔ ہندو ازم کے مطابق مہاتما گاندھی ، جواہر لال نہرو، سردار پٹیل اور مولانا آزاد وغیرہ لیڈروں نے اس ملک کو ہندو ریاست بننے نہیں دیا۔ اور سیکولر اسٹیٹ بنا ڈالا۔ ادھر ان ہندوؤں کی تعداد مسلسل بڑھتی جا رہی ہے جو مانتے ہیں کہ غیر مذہبی ریاست یا سیکولر اسٹیٹ کا ہمارا فیصلہ غلط تھا۔ اس سلسلے میں ہمیں تھوڑا پیچھے جانا چاہیے۔

ہندوستان میں اصل ہندو مزاج کو از سر نو پیدا کرنے والی تحریک بنگال میں 1886ء میں ہندو میلوں سے شروع ہوئی ان میلوں کو اور لوگوں کے علاوہ راجہ دیوندر ناتھ ٹھاکر کا تعاون ملا، دیوندر ناتھ استاد رویندر ناتھ کے والد تھے۔ ان ہندو میلوں کا مقصد تھا جوان ہندوؤں کو مارشل آرٹ یعنی لاٹھی، بھالا، برچھی، گرانسہ، ترشول اور تلوار چلانے میں ماہر بنانا ، اس تحریک تنظیم میں کسی غیر ہندو کو شریک ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ اس کے بعد سوامی دیانند آریہ کا آندولن آیا اس میں شدھی پر زور دیا گیا۔ مسلمان اور عیسائیوں کو واپس ہندو بنانے کی تحریک چلائی گئی، جشن منایا جانے لگا، اشتعال انگیزی کی گئی، جس سے ہندو مسلم فساد بھڑک اٹھتا تھا۔ بنگال میں چیتن انجمن قائم ہوا جس کا مقصد ملک کو تقسیم ہونے سے بچانا تھا، ان انجمنوں میں غیر مسلموں کا داخلہ ممنوع تھا، لیکن اس کے ذریعہ ہندویت کی پہلی بار مخصوص معنوں میں تعریف کی گئی ۔ 1923ء میں کہا گیا کہ ہندو وہ ہیں جو ہندوستان کو اپنا آبائی وطن اور ارض پاک سمجھتا ہو۔ سناتن دھرم کا ماننے والا ہو یا نہ ہو کوئی ضروری نہیں ، کوئی بھی جو خود بھی ہندو ہے یا غیر مقسم ہندوستان میں اس کے آباواجداد ہندو تھے، بودھ ہونے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا، اگر کسی عیسائی یا مسلمان کے آباواجداد ہندو تھے اور وہ واپس ہندو بننا چاہتے ہیں تو انہیں خوش آمدید کیا جاتا تھا۔

آر ایس ایس کے لیڈر خواہ وہ ہیڈگوار ہوں یا گولوالکر یا آج کے لیڈر سبھی اس نظریہ ہندویت کو مانتے ہیں ۔ یہی نہیں شیوسینا ، وشو ہندو پریشد ، بجرنگ دل باقی سنگھ خانداد اور بھاجپا کے لیڈر بھی اس نظریہ ہندو ازم کو مانتے ہیں ’ پرفل گورڈیا‘ (Prafull Goradia) بھی اس نظریہ کے کٹر پنتھی ہندو ہیں ۔ وہ سابق ممبر پارلیمانٹ ہیں اور بھاجپا سے منسلک ہیں ، ہندویت کے طرزِ غور و فکر کو اپناتے ہوئے انہیں بہت دن نہیں ہوئے ہیں۔ زیادہ وقت نہیں گذرا ہے جب وہ نہرو گاندھی خاندان کے فعال کار پرداز تھے، وہ راجیو گاندھی سے کانگریس کا ٹکٹ بھی مانگ رہے تھے، جانے دو پہلی باتوں کو اب وہ بھاجپا کے دم چھلا ہیں۔ اس کے نظریہ حیات اور طرزِ فکر کے بھان متی کے پٹارہ ہیں ۔ انہوں نے اپنے اظہار خیال کے لیے ہندوازم پر

ایک کتاب بھی لکھی جو The Saffron Book ہندوازم کے اور مصدقوں کی طرح گورڈیا بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس نسل کے ہندوؤں میں مسلم مخالف جذبات کی جڑیں محمود غزنوی اور اس کے بعد کے مسلم قزاقوں تک جاتی ہیں ۔ اورنگ زیب کے زمانے میں مندر توڑے جانے کو بھی وہ ان خیالوں سے جوڑتے ہیں، سومناتھ کا مندر ٹوٹا، 27 مندروں کو توڑ کر قطب مینار کے پاس قوت اسلام مسجد بنائی گئی ، اجمیر میں ڈھائی دن کا جھونپڑا ، گجرات میں سدھ پور، متھرا اور بنارس میں مندر توڑ کر مسجدیں بنائیں گئیں ۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ جان کر ہندوؤں کا خون غصہ سے ابل پڑتا ہے، آخر کب تک ہم اپنے غصہ سے خون کو ابلنے دیں گے، اور پھر ملک کی صحت پر اس کا کیا اثر پڑے گا؟ 'گورڈیا' مانتے ہیں کہ صدیوں پہلے مسلمانوں کے آباء واجداد نے جو کچھ کیا اس کے لیے آج کے مسلمانوں پر غصہ نکالنا تو ٹھیک نہیں ہے ۔اس مسئلہ کا حل بھی وہ بتاتے ہیں کتنا بچکانہ ہے یہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں: وہ لکھتے ہیں ''ایک سیدھا سادہ طریقہ یہ ہے کہ بھارت کے مسلمانوں کا ایک جلسہ طلب کیا جائے جس میں سو یا اس سے زیادہ مسلم زعماء شرکت کر سکتے ہیں ۔ مذکورہ بالا سات جگہوں پر توڑ پھوڑ و غور و فکر کریں خود بھی ان جگہوں کو وہ ہندوؤں کے حوالے کر دیں اس سے ماضی میں ہوئی غلطیوں کا ازالہ ہو جائیگا ۔ سارے شکوک و شبہات مٹ جائیں گے اور ساری کدورتیں دھل جائیں گی ۔ شاید 'گورڈیا' جانتے ہوں گے کہ اس طرح کی بیٹھک ہو ہی نہیں سکتی ۔ یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ جن مسجدوں میں کئی سو سال سے نماز ادا ہو رہی ہے اسے خود ہی سپرد کر دیں گے ۔

اصل میں ہندوستان کی سیاست میں سنگھ خاندان کے آنے سے پہلے کسی نے اس قسم کی مانگ ہی نہیں کی تھی ۔ حقیقت میں گورڈیا ماضی کے بہانے مسلمانوں سے ناک ہی نہیں رگڑوانا چاہتے ہیں بلکہ انکی منشاء اس سے بڑھ کر ہے ۔ ہندوستان میں عیسائیوں کی موجودگی پر بھی وہ اسی انداز سے سوچتے ہیں ۔ یہ کتاب اچھے انداز سے لکھی گئی ہے ۔ بہت سی معلومات ہیں، اسکا مطالعہ ضرور فرمائیں تاکہ آپ ہندو کٹر پنتھیوں کے دل و دماغ کو جان سکیں ۔

مسلمانوں اور عیسائیوں پر انگلی اٹھانے والے دیش بھکت ہندو کبھی اپنے گریبان میں جھانک کر بھی دیکھیں اپنے دامن کے داغ پر بھی نظر دوڑائیں ۔ کیا یہ ہندوستان کے اصل باشندے ہیں؟ ہندوستان میں آنے کے بعد انہوں نے یہاں کے قدیم باشندوں کی عبادت گاہوں کو برباد کیا، ان کے جان، مال عزت و آبرو کو برباد کیا، ان کے تخت و تاج چھین کر انہیں جنگلوں اور پہاڑوں پر جانے کے لیے مجبور کیا ۔ کیا وہ قدیم باشندوں کو ملک اور ان کی عبادت گاہ لوٹا دیں گے؟ ہرگز نہیں ! غاصب لٹیرے اور قزاق وہ خود ہیں، اس لیے دوسری قومیں انہیں ڈاکو، لٹیرے اور فسادی نظر آرہے ہیں ۔

☆☆☆☆☆

مصائب

انسانی زندگی کے مصائب اور تکالیف ایک بھونکنے والے کتے کی مانند ہوتی ہے، اگر آپ اس طرف متوجہ ہوئے اور خوف زدہ ہو کر بھاگنے کی کوشش کریں تو وہ مزید بھونکے گا اور کاٹنے کے لئے آپ کے پیچھے دوڑ پڑے گا اور اگر آپ اس کے بھونکنے کی پرواکئے بغیر بے نیازی کے ساتھ اپنے راستے پر چلتے جائینگے تو وہ محض بھونک کر خاموش ہوجائے گا۔ مصائب سے خوفزدہ ہوئے بغیر آگے بڑھتے جائیں تو وہ مصائب آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔

باوزن لہجہ

میں بلند آواز سے اپنی بات پیش کرسکتا ہوں، میں بھی چیخ و پکار کرسکتا ہوں مگر میں سمجھتا ہوں کہ اگر میری بات میں دم نہیں ہے تو چیخنے چلانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، سچی بات کو لوگ پہلی فرصت ہی میں تسلیم کر لیتے ہیں ۔

دو لوگوں کے درمیان کسی بات پر بحث ہو رہی ہے لیکن ایک شخص چیخ و پکار کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ چیخ چیخ کر بولنے والے کے پاس دلیل نہیں ہے، وہ جبر کی بنیاد پر اپنی بات منوانا چاہتا ہے، ایسا شخص اندر سے کمزور ہے ۔اس کی بات زیادہ دور تک اس کا ساتھ نہیں دے سکتی ۔

اے امیر کارواں بیدار کن بیدار باش!

عالم نقوی

موجودہ نظام سیاست وحکومت اور ملک ودنیا کے حالات حاضرہ پر جب بھی کچھ لکھنے بیٹھتے ہیں، الفاظ ساتھ نہیں دیتے۔ اُن کا ذخیرہ ناکافی محسوس ہوتا ہے۔ وجہ ہے کہ لفظوں نے اپنے مفہوم کھو دیے ہیں اور الفاظ کے بکثرت غلط استعمال نے اُن کے صحیح استعمال کو بھی مشکوک یا بے معنی بنا دیا ہے۔ مابعد جدیدیت Post Modernism کی یہی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ لیکن کیا کریں کہ لکھنا ہماری مجبوری ہے۔

ہم اپنے اُن ساتھیوں کی طرح لکھنا چھوڑ نہیں سکتے جو اِنہی ناگفتہ بہ حالات کی وجہ سے بددل ہو کر مدت ہوئی لکھنا چھوڑ چکے ہیں۔ وہ صحرا میں اذان نہیں دینا چاہتے! اُن کا خیال ہے کہ اگر کوئی اُن کی صدائے استغاثہ پر لبیک نہیں کہتا تو بولنے اور لکھنے سے کیا فائدہ؟ لیکن ہمیں لکھنا اس لیے ہیکہ ہمارے لکھنے کے سُوارت ہونے یا اکارت جانے کی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں ہوتی۔ اوّل تو لکھنے سے تشفی جذبات (کیتھارسس Catharsis) کا عمل وقتی طور پر Emontinal Explosion انفجار جذبات سے بچا لیتا ہے۔ دوسرے یہ کہ شاید اس سے کچھ فریضہ بندگی اور کچھ فرض منصبی بھی ادا ہو جاتا ہو!

شادؔ عظیم آبادی کا یہ شعر تو زبان زد عام وخاص ہے کہ:

یہ بزم مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کے خود اُٹھا لے ہاتھ میں مینا اُسی کا ہے

اور اقبال کے اس شعر پر تو اُنہیں کمیونزم کا علم بردار تک قرار دے ڈالا گیا تھا کہ:

جس کھیت سے دہقاں کو میّسر نہ ہو روٹی
اُس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

لیکن یاس یگانہ چنگیزی کا یہ شعر تو شاید ہی کسی کو یاد ہو بلکہ بہتوں نے سنا بھی نہ ہوگا کہ:

خواہ پیالہ ہو یا نوالہ ہو
بن پڑے تو جھپٹ لے بھیک نہ مانگ

لیکن ہم چھین جھپٹ کے ایسے خلاف شریعت اور خلاف قانون کام کی حمایت نہیں کر رہے ہیں۔ ہم تو بس ایک نکتے کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ مثال کے طور پر سکھ بھارت میں زیادہ سے زیادہ ڈھائی کروڑ ہیں اور مسلمان، مردم شماری کی سابقہ رپورٹ کے مطابق، قریب چودہ کروڑ۔ لیکن ’راء‘ RAW کے ایک سابق افسر کے مطابق مسلمانوں کی تعداد ملک میں بیس کروڑ ہے جس میں بیس لاکھ مسلمان کے لئے امکانی خطرہ Potential Threat ثابت ہوسکتے ہیں۔ یہ بیان افسر مذکور نے کافی عرصہ پہلے ’سی این بی سی آواز‘ کے ایک ٹی وی مباحثے میں دیا تھا۔ اب تو ہم زمانہ ہوا ٹی وی دیکھنا ہی چھوڑ چکے ہیں۔ ملک ودنیا میں مسلمانوں کے خلاف جو کچھ ہو رہا ہے وہ یہود ومشرکین کے اسی خوف کا نتیجہ ہے۔ وہ بہ خیال خود کوئی ظلم نہیں بلکہ مستقبل کے ’امکانی خطرے‘ کی ’پیش بندانہ حکمت عملی‘ Preemtive پر عمل کر رہے ہیں!

سکھوں کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ ایک ’ملی ٹنٹ‘ لڑنے بھڑنے والی ’جنگجو‘ قوم ہیں۔ سنگھ پریوار اُنہیں ہندو دھرم کا رَکشک (محافظ) مانتا ہے۔ لیکن بھارت میں دہشت گردی کی ابتداء مطالبہ خالصتان کی شکل میں اُن ہی دھرم رکشکوں کی جانب سے ہوئی تھی اور جب ’آپریشن بلیو اسٹار‘ (دربار صاحب یا ہرمندر صاحب امرتسر میں جرنیل سنگھ بھنڈراں والے اور امریک سنگھ وغیرہ کے خلاف بھارتی فوج کی کارروائی) کا بدلہ لینے کے لئے وزیر اعظم اندرا گاندھی کو اُن کے ایک سکھ باڈی گارڈ بینت سنگھ نے گولی مار کر قتل کر دیا تھا تو اندھی انتقامی کارروائی کے بطور، پوری سکھ قوم کو سبق سکھانے کے لیے جس کی اکثریت کا ’خالصتانی تحریک‘ یا اندرا گاندھی کا قاتل یا قاتلوں سے کوئی تعلق نہیں تھا، سنگھ پریوار نے کانگریس پریوار کے ساتھ

مل کریکم اور دو نومبر انیس سو چوراسی کو دلی میں اس کے بعد بھی چند روز تک شمالی ہند کے مختلف علاقوں میں اُن کو لوٹا مارا زندہ جلایا اور بلا مبالغہ ان کا قتل عام کیا۔ ایک مہذب دنیا میں اس دہشت گردی کا کوئی جواز پیش نہیں کیا جاسکتا۔ الاّ یہ کہ ویکلی تہلکہ کے بقول ہم یہ تسلی کرلیں کہ ''ہم بھارتی ایک خوں آشام قوم ہیں اور ظالمانہ سفاکی ہمارے خمیر میں شامل ہے''۔

ویسے 1984 میں جو کچھ ہوا وہ کچھ نیا نہیں تھا!

آزادی سے قبل 1940 کے دہے میں بہار و بنگال سمیت شمالی ہند میں ہونے والے مسلم کُش فسادات پھر تقسیم وطن کے موقع پر ہونے والی نسل کُشی اور آزادی کے بعد جمشید پور، بھاگل پور، جبل پور، احمد آباد وغیرہ میں ہونے والے فسادات میں بھی کم و بیش وہ سب کچھ ہو چکا تھا لیکن چونکہ فرقہ وارانہ فسادات کے دوران لوٹ مار اور اجتماعی قتل عام کے مجرموں، قاتلوں بلکہ حقیقی معنیٰ میں دہشت گردوں کو قرار واقعی سزا دینے دلانے کی ہم نے کوئی منصفانہ نظیر قائم ہی نہیں کی لہذا 1984 میں سکھوں نے اُسی دھرم کے ماننے والوں کے ہاتھوں جن کے وہ رکشک (محافظ) کہلاتے تھے وہ سب کچھ جھیلا جو اس سے قبل مسلمان عرصہ دراز سے برداشت کر تے آرہے تھے۔

اور پھر 2002 میں مسلمانوں کی صریحی نسل کُشی اور نسل صفائے کا گجرات تجربہ بھی اسی لیے ممکن ہو سکا کہ 1984 کے تمام دہشت گرد آزاد گھوم رہے تھے! اور پچھلے 19-18 برسوں میں بم دھماکوں، ماب لنچنگ، مظفر نگر اور دادری وغیرہ کے مختلف النوع شرمناک اور لرزہ خیز واقعات، عدم رواداری، تعصب، نسل پرستی اور دہشت گردی کے ایسے نئے اَبعاد Dimentions میں ڈھل چکے ہیں جو وطن عزیز کو بتدریج و مغربی ایشیا اور کشمیر و فلسطین جیسے سنگین انسانیت سوز اور مردم کُش حالات کی طرف ڈھکیل رہے ہیں۔

سخت خود احتسابی اور بنیان مرصوص سیسہ پلائی ہوئی دیوار کے قرآنی اتحاد و عمل کے مظاہرے کے بغیر اس موج خوں کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں جو مستقبل میں کبھی بھی ایک سیل بلا خیز بن سکتا ہے!

اے امیر کارواں! بیدار شُن بیدار باش

از فریب بت فروشان حرم ہشیار باش!

فھل من مدکر؟

دوستی و دشمنی کے آداب

اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر سچے ایمان کا تقاضا ہے کہ مسلمان اس سے محبت کرے جسے اللہ پسند کرتا ہے اور اس سے دشمنی رکھے جو اللہ کا ناپسندیدہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالی ہے: ''جو شخص اللہ کے لیے محبت و بغض رکھے اور اللہ ہی کے لیے چیز دے اور اللہ ہی کے لیے روکے تو اس نے ایمان مکمل کرلیا ہے۔'' (ابو داؤد)

نیز فرمایا: ''عرش کے ارد گرد نور کے منبر ہیں، ان پر نورانی لباس اور نورانی چہروں والے لوگ ہوں گے، وہ انبیاء و شہداء تو نہیں مگر انبیاء و شہداء ان پر رشک کریں گے۔'' صحابہ کرامؓ نے عرض کی ''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں بتائیں کے وہ خوش نصیب کون ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: یہ لوگ اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے، ایک دوسرے کے پاس بیٹھنے والے اور اللہ ہی کے لیے ایک دوسرے کی ملاقات کو آنے والے ہیں۔'' (سنن نسائی)

ایک اور حدیث پاک میں اللہ کے لیے محبت کرنے والوں کو اس طرح خوش خبری دی گئی ہے۔ ایک شخص اپنے ساتھی کو ملاقات کو جارہا تھا تو اللہ نے اس کے لیے ایک فرشتہ راستہ میں مقرر کیا۔ پوچھا ''کہاں جارہے ہو؟'' کہا ''اپنے فلاں بھائی کو ملنے جارہا ہوں۔'' فرشتے نے کہا ''اس کے پاس کوئی کام تو نہیں؟'' کہا ''نہیں'' فرشتے نے کہا ''رشتے داری ہے؟'' کہا ''نہیں'' فرشتے نے کہا ''اس کا کوئی احسان ہے جسے چکانے جارہے ہو؟'' ''نہیں فرشتے نے پوچھا'' پھر کیوں جارہے ہو؟ مسافر نے جواب دیا: '' مجھے اللہ کے لیے اس سے محبت ہے۔'' فرشتے نے کہا ''مجھے اللہ نے تیرے پاس بھیجا ہے کہ تجھے اطلاع دوں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ تجھ سے محبت کرتے ہیں کہ تو نے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اس شخص سے محبت کی ہے اور اللہ نے تیرے لیے جنت واجب کردی ہے۔'' (مسلم)

چھٹی قسط

کیا دنیا میں اندھیر ہے؟

سید حامد علیؒ

کہا جاتا ہے کہ خدا ہوتا تو دنیا میں اندھیر نہ ہوتا ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سیلاب آتے ہیں اور نباتات ، حیوانات اور انسانوں کے لیے عظیم تباہی لاتے ہیں ۔قحط پڑتے ہیں اور ذی حیات مخلوق پر سخت مصیبت ڈھاتے اور کثیر جانی و مالی نقصان کا موجب ہوتے ہیں ۔ وبائیں پھوٹتی ہیں اور بہت سے افراد ان کے ہاتھوں لقمۂ اجل بن جاتے یا اپنی صحت گنوا دیتے ہیں ۔طبعی دنیا سے ہٹ کر انسانی دنیا میں آئیے تو آپ کو اور بھی اندھیر نظر آئیگا کمزور اور غریبوں کے لیے جینا دوبھر ہے اور ان کی جان و مال اور آبرو کی کوئی قیمت نہیں ، ظالم، مفسد اور بدکار دنیا میں دندناتے پھرتے ہیں اور کوئی نہیں جو ان کا ہاتھ پکڑ سکے ۔ نیکی، اخلاق اور انسانیت مظلوم و مقہور ہیں اور بدی ،مکروفریب اور حیوانیت و بربریت کا دور دورہ ہے ۔جنگیں ہوتی ہیں اور بے شمار انسان ، ان کی خون آشامی کی بھینٹ ہو جاتے ہیں ۔قوموں کی اقتصادی و سیاسی حالت زیروزبر ہو جاتی ہے اور بسا اوقات ان کے تلخ نتائج آئندہ نسلوں تک کو بھگتنا پڑتے ہیں یہ سب اندھیر نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ اندھیر اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ کسی حکیم و رحیم اور دانا و بینا ہستی کے ہاتھ میں کائنات کا نظم نہیں ہے ، بہ الفاظ دیگر یہ کہ خدا نہیں ہے ۔

کس قدر عجیب بات ہے یہ کہ جو واقعات خدا کے ہونے کی واضح دلیل ہیں، انہی کو خدا کے نہ ہونے کی محکم دلیل سمجھا جا رہا ہے ۔ یہ انسانی فکر کی ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ کائنات کی دو ہی توجیہیں ممکن ہیں ۔ ایک یہ کہ یہاں کا ہر واقعہ علت و معلول کے اصول کے تحت آپ سے آپ وقوع پذیر ہوتا ہے، اس کے پیچھے کوئی شعور اور کوئی ارادہ کارفرما نہیں ہے ۔ دوسری یہ کہ ایک باشعور اور ذی ارادہ ہستی اپنے ارادے و منصوبے کے تحت کائنات کا نظم کر رہی ہے، ان دو کے علاوہ تیسری کوئی توجیہ ممکن نہیں ۔ پہلی توجیہ کے سلسلے میں ایک دقت تو یہ ہے کہ سائنس کے جدید ترین نظریات و اکتشافات اس کا ساتھ نہیں دے رہے ہیں ۔علت و معلول کا یہ سلسلہ جس پر مادیت کی عمارت قائم تھی سائنس کے نئے اکتشافات کی روشنی میں بہت کچھ مشتبہ و متزلزل ہوگیا ہے ۔لیکن اس سائنسی حقیقت سے قطع نظر ایک دقت یہ بھی ہے کہ اس اصول کے تحت طبعی حوادث کی کوئی توجیہ نہیں کی جا سکتی ۔سمندر سے مانسون اٹھتا ہے اور خشکی کا رخ کرتا ہے، اس مانسون سے ایک علاقہ میں اتنی بارش ہوتی ہے کہ فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں اور سیلاب امنڈ آتا ہے جبکہ اس سے متصل یا قریب دوسرے علاقے میں، جو مانسون کی گزرگاہ میں واقع ہے بالکل بارش نہیں ہوتی ہے یا برائے نام ہوتی ہے ، آپ علت و معلول کے اصول کے تحت اس کی کیا توجیہ کر سکتے ہیں ؟ حالات بالکل پرسکون ہوتے ہیں اچانک ساحل سمندر کے علاقے شدید سمندری طوفان سے دوچار ہوتے ہیں ۔سمندر کی تیز و تند موجیں خشکی میں بہت دور تک گھس آتی ہیں اور شدید جانی و مالی نقصان کے بعد یہ طوفان ختم ہوتا ہے ۔

سوال یہ ہے کہ طوفان اس مقررہ وقت پر کیوں آیا، اس سے قبل یا اس کے بعد کیوں نہیں آیا؟ اور اس مخصوص علاقے میں کیوں آیا، دور و نزدیک کے دوسرے علاقوں میں کیوں نہیں آیا؟ یہی سوال ہوائی طوفان اور برف باری سے بھی متعلق ہیں ۔ سلسلہ علت و معلول کے تحت ان سوالات کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟ وبا کا ایک خاص علاقہ میں زور ہوتا ہے ، قریب کے دوسرے علاقوں میں وبا ہوتی نہیں یا بہت کم ہوتی ہے کیا آپ اس کی وجہ بیان کر سکتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ پھر جہاں وبا کا زور ہوتا ہے وہاں پر بھی کچھ افراد پر وبا کا مطلقاً اثر نہیں ہوتا اور جو افراد وبا کی لپیٹ میں آتے ہیں ان میں سے بھی کچھ ہلاک ہوتے ہیں اور کچھ چند دنوں بیمار رہ کر اچھے ہو جاتے ہیں ۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ایک ہی شے کے یہ مختلف

نتائج کیوں نکلتے ہیں؟ بعض لوگ اس کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ کمزور افراد وبا کا شکار ہوتے ہیں تندرست و طاقتور بچ جاتے ہیں مگر واقعاتی لحاظ سے یہ بات صحیح نہیں ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ وباؤں میں بہت سے بچے جن میں قوت مدافعت بہت زیادہ ہوتی ہے، اور جوان اور طاقتور اشخاص ہلاک ہوجاتے ہیں اور بوڑھے اور کمزور افراد بچ جاتے ہیں۔

آپ اتفاق کے ذریعہ ان واقعات کی توجیہ نہیں کرسکتے کیونکہ فی الواقع یہ کوئی معقول اور اطمینان بخش توجیہ نہیں ہے، نہ یہ چند گنے چنے واقعات کا معاملہ ہے کہ آپ اتفاق کہہ کر چھوٹ جائیں۔ بے شمار واقعات ہیں جن کی آپ کو توجیہ کرنی ہے۔

ان تمام واقعات کی اس کے سوا کوئی توجیہ نہیں کرسکتے کیونکہ فی الواقع یہ کوئی معقول با اقتدار ہستی، جو اسباب وعلل سے بالاتر ہے، مادی قوتوں سے جس طرح چاہتی ہے کام لیتی ہے اور جس وقت، جس جگہ اور جس طرح، جس واقعہ کو مناسب خیال کرتی ہے ظہور میں لے آتی ہے، اسی ہستی کا نام اللہ ہے۔

یہ توجیہ کچھ طبعی حوادث او غیر معمولی واقعات کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اگر آپ عمیق غور وفکر سے کام لیں گے تو کائنات کے ہر وجود اور عالمِ کون وفساد کے ہر واقعہ کی آخری اور اطمینان بخش توجیہ یہی ہے۔ علت ومعلول کا جو سلسلہ آپ کو عام واقعات میں کارفرما نظر آتا ہے اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ فلاں واقعہ فلاں واقعہ کے بعد ظہور پذیر ہوا یا بہت سے بہت یہ کہ فلاں واقعہ فلاں واقعہ کا نتیجہ ہے۔ مثلاً آگ روشن کرنے کے نتیجہ میں حرارت حاصل ہوئی، اگرچہ اس طرح کی تمام مثالوں میں یہ ثابت کرنا سخت مشکل ہے کہ بعد کا واقعہ حقیقتاً پہلے واقعہ کا نتیجہ ہے۔ مگر یہ بات کہ ایک واقعہ دوسرے واقعہ کا نتیجہ کیوں ہے اور ان میں لازم وملزوم کا رشتہ کیوں پیدا ہوگیا؟ علت و معلول کا اصول اس کا کوئی جواب فراہم نہیں کرتا۔ ہم جب مسلسل اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک واقعہ کے بعد دوسرا واقعہ ظہور پذیر ہوتا ہے تو ہم یہ قیاس کرتے ہیں کہ دوسرا واقعہ پہلے واقعہ کا نتیجہ ہے اور دونوں لازم وملزوم کی نسبت ہے، مگر یہ جاننے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں کہ ایسا ''کیوں'' ہوتا ہے؟ گویا علت ومعلول کا اصول صرف ''کیا'' کا جواب ہے ''کیوں'' کا نہیں حالانکہ اصل اہمیت ''کیوں'' کے جواب کی ہے، جس سے ملحدین بالکل عاجز ہیں۔

اس بنیادی سوال کا اس کے سوا کوئی جواب ممکن نہیں کہ ایک قادرِ مطلق اور حکیم خالق و مدبر نے اپنی مرضی اور اپنی حکمت سے قوانینِ فطرت وضع کیے اور اپنی قوت قاہرہ سے انھیں کائنات میں نافذ کیا۔ پھر وہی ہے جو اپنی مرضی اور حکمت کے مطابق ان قوانین سے کام لیتا ہے اور اپنی مشیت سے اس کائنات کا نظم چلاتا ہے۔

قوانین فطرت کی بلاشبہ اہمیت ہے مگر اصل اہمیت فرمانروائے کائنات کی مشیت و مرضی کی ہے۔ خدا نے ان قوانین کو وضع کیا ہے اور وہی ان قوانین کو نافذ کر رہا ہے۔ وہ نہ ان قوانین کا محکوم ہے، نہ ان کا پابند، وہ ان کا واضع و حاکم ہے اور ان سے بالاتر۔ وہ چاہے تو قوانین فطرت کے ذریعے کائنات کا نظم چلائے اور چاہے تو ان سے ہٹ کر امور کائنات کا نظم وانصرام کرے۔

اس جواب سے کائنات کے تمام معمولی اور غیر معمولی واقعات کی توجیہ ہوجاتی ہے اور کائنات کی بنیادی ''کیوں'' کا جواب بھی مل جاتا ہے۔ علت و معلول کے سلسلہ کی ہمہ گیری قائم رہے یا سائنس کے نئے نئے اکتشافات سے وہ متزلزل ہوکر رہ جائے دونوں صورتوں میں یہ توجیہ علیٰ حالہ قائم رہتی ہے کیونکہ اس توجیہ کی رو سے اصل چیز علت و معلول کا سلسلہ نہیں، اللہ کی قدرت وحکمت ہے۔ کائنات کے پورے سوال کا یہی ایک اطمیان بخش اور معقول جواب ہے اس کے ماسوا کوئی جواب نہ اطمینان بخش ہے نہ معقول۔

طبعی حوادث کے پیچھے کوئی حکمت کارفرما نہیں اور وہ سراسر ناانصافی و بے رحمی کا مظہر ہیں، اس طرح کا وسوسہ صرف اس شخص کے دل میں آسکتا ہے جس کی نظر حد درجہ سطحی ہو اور جو جلد بازی سے نتائج اخذ کرنے کا عادی ہو۔ جو شخص بھی کائنات کا عمیق مطالعہ کرے گا وہ لامحالہ اس یقین تک پہنچ کر رہے گا کہ یہ کائنات ایک عظیم حکیمانہ منصوبہ ہے جس کا ہر گوشہ اپنے اندر بے شمار حکمتیں رکھتا ہے۔ اور یہی وہ یقین ہے جو سائنس کے ذریعہ ہمیں حاصل ہوتا ہے۔ اور اس یقین تک پہنچنے والا انسان یہ کبھی نہیں سوچ سکتا ہے کہ طبعی حوادث کے پیچھے کوئی حکمت کارفرما نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حوادث نہ صرف طبعی دنیا کے لیے بے شمار فوائد رکھتے ہیں، بلکہ انسانی دنیا کے لیے بھی ان کے فوائد عظیم ہیں۔ اور فوائد سے قطع نظر ان کا یہی ایک فائدہ کیا کچھ کم ہے کہ ان کے باعث انسان کی بند

آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ دنیا کی بے ثباتی اور اپنی بے بسی و بے چارگی کو سر کی آنکھوں سے دیکھنے لگتا ہے ۔ دولت و اقتدار پا کر انسان دو حقیقتوں سے اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے ایک یہ کہ متاع دنیا سخت بے ثبات ہے اور دوسرے یہ کہ انسان ایک کمزور و عاجز بندہ ہے، اس کے سوا اس کی کوئی حقیقت نہیں ۔ یہ حوادث انسان پر ان دونوں بنیادی حقیقتوں کو واشگاف کر دیتے ہیں۔

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آ گیا
یکسر وہ استخوان، شکستوں سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل، راہِ بے خبر!
میں بھی کبھو کسو کا سر پر غرور تھا (میرؔ)

آج کا انسان دولت و اقتدار کے علاوہ سائنسی ترقیوں کے نشہ میں بھی مست ہے وہ سمجھتا ہیکہ اس نے فطرت پر فتح پالی ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ اسے خدا کو ماننے کی ضرورت نہیں جو طاقت خدا کی طرف منسوب کی جاتی تھی وہ سب اسے حاصل ہے ۔ اشتراکیت کے علمبرداراور ان کے روسی امام اس طرح کی باتیں آئے دن کہتے رہتے ہیں ۔ یہ طبعی حوادث اچھی طرح واضح کر دیتے ہیں کہ ان دعوؤں کی حقیقت کیا ہے، دیکھنے والی آنکھیں دیکھ لیتی ہیں کہ طبعی حوادث کے مقابلہ میں روس اور امریکہ جیسے سائنسی ترقی کے مرکز ممالک اسی طرح بے بس ہیں جیسے دوسرے ممالک ، اور خردشچیف، ماؤزی تنگ، اور چواین لائی جیسے اکابر اشتراکیت و الحاد بھی ویسے ہی عاجز و بے بس انسان ہیں جیسے دوسرے انسان اس حقیقت کا انکشاف کوئی معمولی انکشاف نہیں ہے ۔ یہ انکشاف انسان کی پوری زندگی کا رخ بدل دیتا ہے اور اسے مغرور و خودسر اور ظالم و مفسد بننے سے بچاتا اور خدا ترس، مجسمۂ اخلاق اور پیکر انسانیت بناتا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی ایک فائدہ بڑے سے بڑے نقصان پر بھاری ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ حوادث بھی اللہ کی حکمت و رحمت ہی کا ایک پرتو ہیں ۔ (جاری ہے۔۔۔)

کفار سے دوستی کی سزا دنیا میں ذلت اور رسوائی ہے

”جو لوگ اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا یہ ان سے عزت حاصل کرنے جاتے ہیں؟ عزت تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔“ (النساء:139)

کفار سے دوستی کرنے والوں کے لیے ایک سزا یہ ہے کہ انہیں اس دنیا میں ہی کفار سے دوستی پر ندامت اور پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کفار سے دوستی اور تعاون کرنے والوں کے لیے آخرت میں بھی سزا ہے۔

”وہ لوگ جو اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی کرتے ہیں، ایسے منافقوں کو عذاب الیم کی بشارت دے دو۔“ (النساء:138،139)

”آج تم بکثرت ایسے لوگ دیکھتے ہو جو (اہل ایمان کو چھوڑ کر) کفار کو اپنا دوست بناتے ہیں یقیناً بہت ہی برا ہے جو انہوں نے اپنے لیے آگے بھیجا ہے، اللہ ان پر غضبناک ہو گیا ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں۔“ (المائدہ:80)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کو (عذاب کے لیے) کھلا کھلا ثبوت مہیا کر دو۔“ (النساء:144)

” کافر ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں، اگر تم ایک دوسرے کی حمایت نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فساد برپا ہوگا۔“ (الانفال:73)

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی کرنے والے خواہ اپنے ماں باپ اور بیوی بچے ہی کیوں نہ ہوں، ان سے بھی دوستی کرنا منع ہے۔

”تم کبھی نہ پاؤ گے کہ وہ لوگ جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کریں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے، خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا ان کے بھائی یا کنبے قبیلے کے لوگ ہوں۔ یہ (اہل ایمان) وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح (یعنی نور ایمان) کے ساتھ ان کی مدد فرمائی۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہ اللہ کے لشکر ہیں، آگاہ رہو اللہ کے لشکر والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔“ (سورہ المجادلہ:22)

ویداور اس کی قدامت

کیا ویدوں کی تعلیم ہر زمانے کے لیے قابل عمل ہے؟

اکبر شاہ نجیب آبادی

قمار بازی: رگ وید منڈل ۱۰، سوکت ۳۴ کی رچا ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰ حسب ذیل ہیں:

جواری حرارت اور خوشی کی حالت میں قمار خانے کے اندر داخل ہوتا ہے اور دل میں خیال کرتا ہے کہ کیا میں جیتوں گا، اس کا سارا دھیان پانسوں میں لگا ہوا ہے اور جو کچھ وہ جیتتا ہے اُسے پھر لگا دیتا ہے، پانسے کیا ہیں؟ ہاتھی کے مہاوت ہیں، جن کے ہاتھ میں انکس ہے، کھیلنے والے کو امید و بیم میں رکھتے ہیں، تھوڑا بہت جتاتے ہیں، پھر ہرا دیتے ہیں، جواری کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں شہد لگا ہوا ہے، یہ غصے سے ڈرتے ہیں نہ دھمکانے سے، بادشاہ تک ان کے سامنے گردن نیچی کر لیتا ہے اور ان کی ڈنڈوت کرتا ہے، یہ نیچے کو لڑھکتے ہیں اور پھر جلدی سے اوپر کو چلے جاتے ہیں، خود تو اُن ہاتھ نہیں لیکن ہاتھوں والا آدمی اُن کی خدمت کرتا ہے، جواری کی بیوی مصیبت زدہ بیکس ہو رہی ہے، ماں اپنے بیٹے کو، جو اپنے گھر سے نکل گیا رو رہی ہے، قرض میں ڈوبا ہوا، خوف زدہ اور مال کی تلاش میں وہ راتوں کو گھر گھر پھرتا ہے۔"

معلوم ہوا کہ ویدوں کی تصنیف کے وقت قمار بازی کا بڑا زور شور تھا۔ وید نے قمار باز اور قمار بازی کا نقشہ الفاظ میں خوب کھینچ دیا ہے، شاعر، استعارے بھی خوب ہیں لیکن قمار بازی کی ممانعت نہیں کی۔ یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ وید کی تصنیف کے وقت انسان ہاتھی کو سواری میں استعمال کرنے لگا تھا اور اُس زمانے میں مہاوت اور انکس بھی موجود تھے۔ ظاہر ہے کہ ابتدائے آفرینش میں انکس وغیرہ لوہے کے اوزار موجود نہ تھے بلکہ ہزار ہا سال اور بہت سی نسلیں گذر جانے کے بعد انسان نے آہن گری اور لوہے کا استعمال سیکھا تھا۔

اگنی دیوتا: آگ کی تعریف اور ثناو ستائش اور آگ کے متعلق عجیب عجیب سے اعتقادات سے وید لبریز ہیں۔ اس جگہ بخوفِ طوالت اور محض نمونے کے طور پر چند نقل کیے جاتے ہیں۔

(۱) اگنی دیوتا روشن اور غیر روشن جسموں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور سب سے افضل، سب کو محیط اور تمام موجودات کے محافظ ہیں"

(یجروید، ادھائے ۳، منتر ۱۲)

(۲) "اے اگنی! ہمارے دلوں کو روشن کیجئے اور تمام جانداروں کو خواب سے بیدار کیجئے۔"

(یجروید، ادھیائے ۱۰ منتر ۵)

(۳) "دیکھو اگنی کے رگڑنے کا وقت آ گیا، اگنی کو لے آؤ کے پیدا ہونے کا وقت آ گیا، اگنی کو لے آؤ اور ہم معمول کے موافق اس کے بیٹے کو اس میں سے نکالیں، وہ دیوتا جو تمام اچھی چیزوں کا مالک ہے، اگنی کی دونوں لکڑیوں میں رہتا ہے، یہ ان کے اندر ایسا ہی ہے جیسا بچہ ماں کے پیٹ میں۔"

(رگ وید، منڈل ۴، سوکت ۲۹)

(۴) "یہ آگ سب اشیا سے بڑی اور روشن اشیا سے اعلیٰ ہے، وہ روشنی سے خالی زمین کے پالن کا باعث ہے، وہ پانیوں کی طاقت کو پیدا کرتی ہے۔ (یجروید، ادھیائے ۳، منتر ۱۲)

کاشتکارانہ جذبات: (۱) فلاکت جو دونوں عالم سے نکال لی گئی ہے، بچوں کو خراب کر رہی ہے۔ برہسپتی اس بلا کو دور کر۔'' (رگ وید ۲)

﴿حاشیہ﴾

سوامی دیانند سرسوتی اگنی سمیت تمام ویک دیوتاؤں کو اللہ کے اسمائے حسنیٰ مانتے ہیں۔ مثلاً وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کو اگنی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ نور ہے، لیکن وید کے منتر اس تاویل کا ساتھ نہیں دیتے۔ (۲) مصنف نے یہاں صرف رگ وید لکھا ہے، منڈل، سوکت اور منتر کا حوالہ نہیں دیا ہے۔

(۳)''اے سلطنت کے لوگو! جیسے سورج بادلوں کو مار کر زمین پر گرا کر سب کو خوش کرتا ہے۔ (گویا ویدک دور کے لوگ سمجھتے تھے کہ سورج بادلوں کو مار مار کر زمین پر گرا دیتا ہے۔) ایسے ہی تم لوگ بھی گائے وغیرہ مارنے والوں کو مار کر حیوانات کو خوش کرو۔'' (رگ وید، منڈل سوکت ۱۲۱، منتر ۹)۔

(۳) ''اے راجہ! آپ تالابوں کے لئے جھیور کے کڑکے کو ادنیٰ درجے کے کاموں کے لئے سیوکوں کو چھوٹے چھوٹے تالابوں کے لئے نشاد کے لڑکے کو نرسل والی بھوی کے لئے مچھلیوں پر گزارہ کرنے والوں کو پیدا کیجئے (گویا مچھلی کا بطورِ غذا کا استعمال کرنا ویدکی رو سے جائز ہے) ہرنوں وغیرہ کو مارنے والے شکاری کے پُتر کو کرخت آواز بھیل کو دُور کیجئے۔'' (یجر وید، ادھیائے ۳۰، منتر ۱۶)۔

(۴)''اے راجہ! جس طرح گھی ڈالنے سے آگ کا شعلہ بڑھتا ہے، اسی طرح آپ کی عمر دراز ہو، آپ گائے کے خوش ذائقہ اور میٹھے گھی کا استعمال کریں۔ (گویا ویدا اس وقت مرتب ہوئے جب انسان نے نہ صرف یہ کہ مویشیوں کو حرام کر لیا بلکہ گھی نکالنا بھی سیکھ لیا تھا۔)

(۵)''اے انسان! جس طرح طاقتور گائے نباتات کو کھا کر بچھڑے اور انسانوں کے لئے عمدہ دودھ دیتی ہے، اسی طرح تو بھی پھولوں کے رس کا استعمال کر کے، اپنے جسم اور آتما کی طاقت کو حاصل کر۔'' (یجر وید، ادھیائے ۱۲، منتر ۲)

(۶) اے کسانو! تم اناج وغیرہ بونے کے لئے زمین کو پھاڑنے والا جو'پھال' ہے اور اس پھال کو مضبوط کرنے کے لئے اس کے پیچھے لکڑی کی جو خوبصورت پٹی لگی ہوئی ہے۔ تم اس سے اناج پیدا کرنے والی زمین کو پھاڑو۔ اسی طرح تم اپنے خوبصورت رتھوں کو چلاؤ (گویا ویدا اس وقت مرتب ہوئے جب انسان کاشت کاری اور ہل کے استعمال سے واقف ہو چکا تھا اور اسے سواریوں، خصوصاً رتھ کا بنانا آگیا تھا) اور اپنی حفاظت کرو۔'' (یجر وید، ادھیائے ۱۲، منتر ۱۷)

(۷)''روشن عقل اور روشن ضمیر انسان ہل کو جوئے میں لگا کر کھیتی کا کام کرتے اور تمام وِدوانوں کے سکھ کو بڑھاتے ہیں۔ اے انسانو! تم ہلوں کو جوئے میں لگا کر کھیتی کی خاطر زمین کو اچھی طرح جوتو اور اس کو اچھی طرح جوت کر اس میں جو وغیرہ اناج بوؤ (معلوم ہوتا ہے کہ آریوں میں کاشت کاری کا زیادہ رواج نہ تھا، اس لئے انہیں کاشت کاری پر اُبھارا جا رہا ہے)۔۔۔۔ جو محنت کرنے والا کاشت کار ہے، اُس کو چاہئے کہ بیلوں کے ذریعہ ہل میں پھال لگا کر زمین کو جوتے۔۔۔۔ وِدوانوں کو چاہئے کہ وہ ہل کی نوک دار پٹی کو پانی اور گھی اور شکر یا شہد وغیرہ پراتھوں میں اچھی طرح بھگو کر مضبوط کریں، تاکہ وہ زمین کو اچھی طرح کھود سکے، اس سے ہم گھی وغیرہ اشیا کو حاصل کریں گے، اس پٹی کو بار بار پانی تر کرنا چاہئے۔'' (یجر وید، ادھیائے ۱۲، منتر ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰)

(۸)''میرے چاول اور ساٹھی کے دھان، میرے جَو اور ارہر، میرے اُڑد اور مٹر، میرے تل اور ناریل، میری مونگ اور اس کا بنانا، میرے چنے اور ان کا سدھ کرنا، میری کنگنی اور اس بنانا، میرے سوکشم چاول اور ان کا پکانا، میرا سانوک اور منڈوا اور چینا وغیرہ چھوٹے اناج، میرے بغیر بوئے ہوئے چاول اور ان کا پکانا، میری مسور اور اس کے سمبندھی اناج، یہ سب کے سب تمام اناجوں کے دینے والے پرمیشور سے سامرتھ ہوں۔'' (ان منتروں سے آریوں کے کاشت کارانہ جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔)

(۹)''اے انسانو! جیسے بیل گئوؤں کو گابھن کر کے پشوؤں کو بڑھاتا ہے، اسی طرح گرہستی لوگ عورتوں کو حاملہ کر کے پرجا کو بڑھا دیں۔'' (یجر وید، ادھیائے ۳۸، منتر ۳۲)

(۱۰) ''وہ جو تمام انسانوں میں چست و چالاک ہو، طاقتور بیل کی مانند خوف دلانے والا ہو، دشمنوں کو مارنے اور رلانے والا جدیدہ روزگار ہو، ایسا بہادر فوجوں کا سپہ سالار ہو۔'' (یجر وید، ادھیائے ۱۷، منتر ۳۳)۔

(جاری ہے۔۔۔)

علامہ اقبالؒ کا تصورِ تعلیم

سید قاسم محمود

اقبال جدید مغربی تعلیم کے سخت خلاف ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تعلیم ہمارے نوجوانوں میں تعطل، جمود، آرام طلبی اور لذت کوشی پیدا کرتی ہے اور زندگی کو بحرِ منجمد بنا دیتی ہے۔ جدید تعلیم استعمار کا ہتھکنڈا بن کر مشرق میں اس کی تہذیب، اس کے افکار اور اس کے مستقبل کے لئے نوآبادیات کی زمین ہموار کرتی ہے اور نوجوانوں کو مغرب زدہ بناتی ہے اور بلند معیارِ زندگی اور اقتصادی ترقی کی ہوس کر کے نئے نئے مسائل سامنے لاتی ہے۔ مغربی تعلیم کفر والحاد پھیلاتی ہے۔ ذہنی انتشار اور فکری الجھاؤ کا باعث ہے۔

اقبال کہتے ہیں کہ ہماری نئی تعلیم یافتہ نسل کا وجود اس کا ذاتی وجود نہیں، بلکہ وہ یورپ (اور اب امریکہ) کی پرچھائیں ہے اور اس کی مصنوعی زندگی بھی مستعار ہے۔ نئی نسل جسم ومادہ کا وہ ڈھانچا ہے جسے مغربی معماروں نے تعمیر کیا ہے لیکن اس میں روح نہیں ہے۔ نئی نسل کی نگاہ میں خدا کا وجود معدوم ہے، اور یہ اسلامی طرز و تعلم کی نفی ہے۔ اسلام کا جوہر ذاتِ باری تعالیٰ بلکہ اس کی توحید میں ہے۔ اگر ہمارے نوجوانوں کی تعلیم سے یہ نکتۂ توحید ہی خارج کر دیا جائے تو انسان محض مٹی کا پیکر رہ جاتا ہے۔

مدعا تیرا اگر دنیا میں ہے تعلیمِ دیں
ترکِ دنیا قوم کو اپنی نہ سکھلانا کہیں
وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لئے اپنی زباں
چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامۂ محشر یہاں
(بانگِ درا: سید کی لوحِ تربت)

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لبِ خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ
(بانگِ درا: تعلیم اور اس کے نتائج)

مرشد کی یہ تعلیم تھی، اے مسلمِ شوریدہ سر!
لازم ہے رہرو کے لئے دنیا میں سامانِ سفر
اس دور میں تعلیم ہے امراضِ ملت کی دوا
ہے خونِ فاسد کے لئے تعلیم مثلِ نیشتر
رہبر کے ایما سے ہوا تعلیم کا سودا مجھے
واجب ہے صحرا گرد پر، تعمیلِ فرمانِ خضر
رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد
(بانگِ درا: مسلمان اور تعلیم جدید)

تعلیم پیرِ فلسفۂ مغربی ہے یہ
ناداں ہیں جن کو ہستیٔ غائب کی ہے تلاش
پیکر اگر نظر سے نہ ہو آشنا تو کیا
ہے شیخ بھی مثالِ برہمن صنم تراش
محسوس پر بناء ہے علوم جدید کی
اس دور میں ہے شیشہ عقائد کا پاش پاش
مذہب ہے جس کا نام وہ ہے اک جنونِ خام
ہے جس سے آدمی کے تخیل کو انتعاش
با ہر کمال اندکے آشفتگی خوش است
ہر چند عقلِ کل شدۂ، بے جنوں مباش
(بانگ درا: مذہب)

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر
لیکن جناب شیخ کو معلوم کیا نہیں؟
مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے سود بے اثر!
تیغ و تفنگ دستِ مسلماں میں ہے کہاں
ہو بھی تو دل ہیں موت کی لذت سے بے خبر!
کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
کہتا ہے کون اسے کہ مسلماں کی موت مر!
تعلیم اس کو چاہیے ترکِ جہاد کی
دنیا کو جس کے پنجۂ خونیں سے ہو خطر
باطل کے فال و فر کی حفاظت کے واسطے
یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر!
ہم پوچھتے ہیں شیخِ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ، یورپ سے درگزر؟
(ضربِ کلیم: جہاد)

عصرِ حاضر ملک الموت ہے تیرا، جس نے
قبض کی روح تری، دے کے تجھے فکرِ معاش!
دل لرزتا ہے حریفانہ کشاکش سے ترا

زندگی موت ہے کھودیتی ہے جب ذوقِ خراش!
اُس جنوں سے تجھے تعلیم نے کیا بیگانہ
جو یہ کہتا تھا خرد سے کہ بہانے نہ تراش!
فیضِ فطرت نے تجھے دیدۂ شاہیں بخشا
جس میں رکھ دی غلامی نے نگاہِ خفّاش
مدرسے نے تری آنکھوں سے چھپایا جن کو
خلوتِ کوہ و بیاباں میں وہ اسرار ہیں فاش!
(مدرسہ)

پختہ افکار کہاں ڈھونڈنے جائے کوئی
اس زمانے کی ہوا رکھتی ہے ہر چیز کو خام!
مدرسہ عقل کو آزاد تو کرتا ہے مگر
چھوڑ جاتا ہے خیالات کو بے ربط و نظام!
(ضربِ کلیم: عصر حاضر)

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں!

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تُو
کتاب خواں ہے، مگر صاحبِ کتاب نہیں!
(ضربِ کلیم: طالب علم)

دنیا ہے روایات کے پھندوں میں گرفتار
کیا مدرسہ، کیا مدرسہ والوں کی تگ و دَو!
کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو!
(ضربِ کلیم: اساتذہ)

ملے گا منزلِ مقصود کا اسی کو سراغ
اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ!
میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندۂ حُر کے لئے جہاں میں فراغ!
کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کور ذوق اتنا
صبا سے بھی نہ ملا تجھ کو بوئے گل کا سراغ
(ضربِ کلیم: غزل)

مجھ کو معلوم ہیں پیرانِ حرم کے انداز
ہو نہ اخلاص تو دعوئ نظر لاف و گزاف
اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مرّوت کے خلاف!
اس کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے
قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف!
فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف!
(ضربِ کلیم: دین و تعلیم)

جوہر میں لاالہ تو کیا خوف تعلیم ہو گو فرنگیانہ!
(ضربِ کلیم: جاوید سے)

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر!
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر
(ضربِ کلیم: نصیحت)

خدا کا تقویٰ اور محاذِ جنگ

عمر بن عبدالعزیزؒ نے زمامِ خلافت ہاتھ میں لینے کے بعد مندرجہ ذیل فرمان اسلامی افواج کے سپہ سالار کے نام جاری کیا۔

"ہر حال میں تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ کا تقویٰ بہترین سروسامان، مؤثر ترین تدبیر اور حقیقی طاقت ہے۔ دشمن سے زیادہ اللہ کی معصیت سے ڈرو۔ گناہ دشمن کی تدبیروں سے زیادہ خطرناک ہیں۔ ہم اپنے دشمنوں پر ان کے گناہوں کی وجہ سے غالب آجاتے ہیں ورنہ ہم نہ تو ساز وسامان میں ان کے برابر ہیں نہ تعداد میں۔ اس لحاظ سے ہم ان کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتے۔ پھر اگر ہم اور وہ دونوں معصیت اور خدا سے سرکشی میں برابر ہو جائیں تو وہ قوت اور تعداد میں ہم سے بڑھ کر ثابت ہوں گے۔ یاد رکھو، اگر ہم ان پر حق کی بدولت فتح نہیں پا سکتے تو اپنی قوت کے بل پر بھی غالب نہ آسکیں گے۔ کسی کی دشمنی سے زیادہ اپنے گناہوں سے چوکنے رہو۔ سب سے زیادہ فکر گناہوں سے اجتناب ہی کرو۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ کی جانب سے تم پر کچھ محافظ مقرر ہیں جو سفر و حضر میں تمہارے افعال کو جانتے ہیں، ان سے شرم کرو۔ اللہ کی نافرمانی کر کے انہیں ایذا نہ پہنچاؤ۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم راہِ خدا میں نکلے ہوئے ہو۔ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جاؤ کہ ہمارے دشمن گئے گزرے ہیں اس لیے اگرچہ ہم گناہ گار ہیں، لیکن وہ ہم پر غالب نہیں آسکتے۔ ایسی بہت سی قومیں تھیں جن پر ان کے گناہوں کی وجہ سے بدترین لوگوں کو مسلط کر دیا گیا۔ پس جس طرح تم دشمن کے مقابلے میں اللہ کی مدد چاہتے، اسی طرح اپنے نفس کے مقابلے میں بھی اللہ کی مدد چاہو۔ میں بھی اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ کے آگے دامنِ سوال پھیلاتا ہوں۔"

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را!

عالم نقوی

"ہندوستان سے مسلمانوں کا صفایا کیسے کیا جائے" یہ ہفت روزہ دلت وائس بنگلور ۱۶۔۳۱ مئی ۱۹۹۹ کے اداریے کا عنوان ہے جو اس کے ایڈیٹر وی ٹی راج شیکھر (پیدائش ۱۹۳۲) نے بیس سال قبل لکھا تھا۔ ۱۹۸۱ سے جاری دبے کچلے ہوئے محروم و مقہور ہندوستانیوں کی طاقتور آواز شمار کیا جانے والا ہفت روزہ میگزین ۲۰۱۱ میں بند ہو چکا ہے۔ اور اگرچہ وی ٹی راج شیکھر ابھی ماشاءاللہ حیات ہیں، لیکن ان کا کوئی نیا مضمون عرصہ دراز سے ہماری نظروں سے نہیں گزرا ہے۔ ہم ذیل میں اپنے ذوق و بیدار قاری بدیع الزماں خان کا ارسال کردہ مذکورہ اداریے کا اردو ترجمہ من و عن پیش کر رہے ہیں اپنی رائے کا اظہار ہم بعد میں کریں گے۔

شری راج شیکھر لکھتے ہیں:

"مسلمانوں نے اندلس (موجودہ اسپین) میں 712 عیسوی سے 1492 تک سات سو اسی برس حکمرانی کی۔ اس کے باوجود آج اسپین میں مسلمان نہیں ہیں۔ تاہم اسپینی زندگی کے ہر پہلو پر اسلام کی چھاپ صاف نظر آتی ہے۔ اسپینی زبان میں عربی کے متعدد الفاظ رائج ہیں۔ اس کی موسیقی میں ایک عربی لَے ہے۔ اس کی تہذیب و ثقافت پر یورپ سے زیادہ عرب اثرات ہیں۔ اسپینی ناموں میں عربی لاحقہ 'ال' بکثرت ملتا ہے۔

فروری چودہ سو بانوے میں جب مسلم سیاسی قوت کے آخری گڑھ گریناڈا (قرطبہ) کا سقوط ہوا مسلمانوں کی تعداد اسپین سے مسلسل گھٹتی چلی گئی۔ اور ایک سو بیس برس بعد اس وقت اسپین سے ان کا صفایا ہو گیا جب سولہ سو بارہ میں مسلمانوں کے آخری جتھے نے بھی ہسپانیہ کو خیر آباد کہہ دیا۔ اس طرح سولہ سو بارہ عیسوی میں اسپین سے اسلام پوری طرح اوجھل ہو گیا۔

لیکن ایک خاص قابل توجہ اور حیران کن بات یہ ہے کہ اسپین سے اسلام کی زوال پذیری کی اس مدت کے دوران کم و بیش پوری باقی ماندہ مہذب دنیا پر مسلمانوں ہی کی حکمرانی تھی!

عثمانی ترکوں نے پندرہ سو ترپن میں قسطنطنیہ کو فتح کر لیا تھا اور وہ (مشرقی یورپ کے) پورے جزیرہ نمائے بلقان (بوسنیا البانیہ اور یوگوسلاویہ وغیرہ) پر حکومت کر رہے تھے۔ مصر پر مسلمانوں کے طاقتور 'غلام خاندان' کے بادشاہوں کی حکومت تھی۔ ایران عباسی حکمرانوں کے زیر نگیں اپنے سیاسی عروج پر تھا۔ اور ہندوستان پر مغلوں کی بادشاہت قائم تھی۔ لیکن (حیرت انگیز طور پر) اسپین سے اسلام اور مسلمانوں کا صفایا کر دیا گیا! اور ان عظیم مسلم افواج میں سے کسی ایک نے بھی ہسپانوی مسلمانوں کے تحفظ کے لیے کچھ نہیں کیا!

یاد رہے کہ 'اسپین سے مسلمانوں کے اخراج' کا موضوع انیس سو تیس کے دہے سے بھارت کے ہندو نازیوں کے عمیق مطالعہ کا مرکز رہا ہے۔ وہ اسی وقت سے ہندوستان میں اسپین کے منظر نامے کو دہرانے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ اور (برائے نام اور غیر موثر ہی سہی لیکن) مسلم قائدین نے بھی اسپینی ہتھکنڈوں سے بچاؤ کے امکانات پر غور کیا ہے۔

ہندوؤں کے (نام نہاد) اونچی ذات والوں کے لیے ہندوستان کی سب سے بڑی اقلیت کے طور پر یہ مسلمان ایک بڑا سر درد بن چکے ہیں (جو انیس سو اکیاسی کی مردم شماری رپورٹ کے مطابق ملک کی مجموعی آبادی کا گیارہ عشاریہ تین فیصد ہیں)۔ لیکن (المیہ یہ ہے کہ) عصر حاضر کے مسلمان اسپین میں اسلام اور مسلمانوں کے زوال کی تاریخ اور ہندوستان میں ان کے ارد گرد رچائی جانے والی گہری سازشوں سے پوری طرح ناواقف ہیں۔

ہم اس تحریر کے ذریعے اس موضوع پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے اہل فکر و دانش اس سلسلے میں مزید تحقیق کر سکیں۔

ہندوستان ہی کی طرح اسپین میں بھی مسلمان تین طبقہ میں تقسیم تھے۔ (۱) اصل عربوں کی نسل

،(۲)عرب مردوں اور اسپینی ماؤں کی اولاد دوں پر مشتمل نسل اور(۳) عیسائیت کوترک کر کے اسلام قبول کرنے والے ہسپانوی مسلمان۔

سقوط غرناطہ کے فوراً بعد اصل عربوں کی اکثریت نے اپنی جانوں کو بچانے کے لیے (جائداد کو بچانے کی نہیں ، کیونکہ انہیں اپنی دولت ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں تھی) اسپین چھوڑ کر تیونس اور مراکش جیسے عرب ملکوں کا رخ کیا۔ان میں سے بھی سب اپنی جان نہیں بچا سکے بلکہ ان کی اکثریت راستوں میں عیسائی لشکروں کے حملوں میں ہلاک کر ڈالی گئی ۔ہسپانیہ میں باقی رہ جانے والے اصل عرب مسلمانوں کو ، جنہوں نے اپنے نئے وطن کو نہ چھوڑنے اور وہیں رہنے کا فیصلہ کیا تھا نئے عیسائی حاکموں نے ''غیر ملکی اور اسپین کے غارت گر'' قرار دے دیا(جیسا کہ ہندوستان میں بھی کہا جاتا ہے)۔

مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ نے ، جن کے باپ مسلمان لیکن مائیں ہسپانوی النسل عیسائی تھیں کنگ فردی ننڈ کے اس وعدے پر اعتبار کرتے ہوئے کہ ان کی حکومت میں سبھی شہریوں کو، کامل مذہبی آزادی ہوگی ، ہسپانیہ ہی میں رہنے کا فیصلہ کیا۔ابتدائی برسوں کے دوروان ان کی جانوں اور املاک پر عیسائی (دہشت گردوں) کے حملے ہوتے رہے لیکن (کنگ فردینینڈ کی نئی عیسائی حکومت نے) انہیں عارضی واقعات قرار دے کر نظر انداز کر دیا (اور مجرموں کو کبھی سزائیں نہیں دی گئیں) یہی ہندوستان میں ہوا کہ آزادی کے بعد ان سے مکمل مذہبی آزادی اور برابر کے انسانی حقوق کا وعدہ کیا گیا لیکن فرقہ وارانہ فسادات میں فسادیوں کو کھلی چھوٹ دی گئی اور ان کے خلاف کبھی کوئی سخت کارروائی نہیں کی گئی ۔اس کا موازنہ تقسیم ہند (انیس و سینتالیس) کے بعد ہندوستان میں ہونے والی تبدیلیوں سے کیا جا سکتا ہے۔

غرض یہ کہ اسپین میں ان دوسرے زمرے والے مسلمانوں کی جان و مال پر ہونے والے حملے کبھی کم نہیں ہوئے بلکہ قریب پچاس سال تک بے روک ٹوک جاری رہے ۔ بالکل ویسے ہی جیسے آج، آزادی کے بیالیس سال بعد بھی ہندوستان میں ہو رہے ہیں۔

ابتدائی برسوں میں مسلمانوں نے کچھ مزاحمت بھی کی ۔کہیں کہیں گلیوں میں کچھ جنگ و جدل کا سا سماں دیکھنے میں آیا لیکن بتدریج یہ مزاحمت دم توڑ گئی اور یک طرفہ حملوں میں مزید شدت آتی چلی گئی ۔اب تو پولیس نے بھی ہندوستان میں مسلمانوں کے قتل عام کی چھوٹ دے رکھی ہے۔

ادھر اسپین میں جہاں منظم عیسائی گروپ مسلمانوں کو قتل کرتے پھر رہے تھے وہیں کنگ فردی ننڈ کی حکومت نے سرکاری نوکریوں (سروسز ،خدمات) سے مسلمانوں کو بے دخل کرنے کی پالیسی اختیار کی اور درج ذیل اقدامات کیے:

پہلے تو نظم و نسق سے عربی زبان کو بہ یک بینی و دو گوش نکال باہر کیا گیا پھر مساجد میں قائم مدارس پر یہ پابندی عائد کر دی گئی کہ وہ عمومی نصابی مضامین مثلاً سائنس، ریاضی ،تاریخ اور فلسفہ وغیرہ کی تعلیم نہیں دے سکتے وہ صرف مذہبی تعلیم تک خود کو محدود رکھیں ۔اور ملک کے عیسائیوں کو جو تاریخ پڑھائی جانے لگی اس میں پوری مسلم حکمرانی کو بربریت کا تاریک دور قرار دے دیا گیا اور اسپین کی ترقی میں مسلمانوں کی حصہ داری کو بیک قلم مسترد کر دیا گای۔

ہتھیار چھپا کر رکھنے اور خفیہ اجلاس کرنے کے الزامات کی آڑ میں ہسپانوی پولیس کی جانب سے مسلمانوں کے گھروں کی تلاشی معمول بن گئی ۔اصل عرب مسلمانوں کو عیسائیوں کے دشمن اور اسپین کے غارت گر کے طور پر نمایاں کیا جانے لگا۔اور عیسائی سے مسلمان ہو جانے والوں کو یہ باور کراتے ہوئے کہ ان کے اجداد کو جبراً مسلمان بنایا گیا تھا دوبارہ عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کیا جانے لگا اور کہا جاے لگا کہ اب چونکہ نظام جبر ختم ہو چکا ہے اس لیے انہیں عیسائیت میں واپس آجانا چاہیے۔

اسلامی شریعت کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا اور اسلامی طریقے سے ہونے والے نکاحوں کا سرکاری رجسٹریشن لازمی کر دیا گیا۔(آپ دیکھ سکتے ہیں کہ) اسپین میں اختیار کردہ ان سبھی حربوں پر ہندوستان میں عرصہ دراز سے عمل درآمد جاری ہے۔

اسطرح سقوط ہسپانیہ کے بعد منظم طریقے سے مسلمانوں کو تضحیک و تذلیل،لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا نشانہ بنایا جاتا رہا ۔ ان کی معیشت کو تباہ کرنے کے لیے ان کے گھروں اور دوکانوں وغیرہ کو نذر آتش کیے جانے کی حوصلہ افزائی کی جاتی رہی ۔مسلمانوں کے دوبارہ عیسائیت قبول کرنے کی جھوٹی تقریبات منعقد کی جاتی تھیں اور پھر پورے ہسپانیہ میں اس کی منظم تشہیر کی جاتی تھی ۔ ہندوستان میں بھی ہندو نازی تنظیمیں وہی سب کچھ کر رہی ہیں ۔(اور اب تو اکیسویں صدی کی اس

دوسری دہائی کے اختتام کے قریب ان کے لیے نام نہاد لو جہاد اور گھر واپسی کی اصطلاحیں تک وضع کرلی گئی ہیں۔)

ہسپانوی مسلمانوں کی پہلی دونسلوں نے تو اپنے بچوں کو مساجد اور گھروں میں عربی (اور قرآن) سکھا کر اپنے دین کو محفوظ رکھنے کا بے مزاحمت طریقہ کار اختیار کر رکھا تھا لیکن بتدریج وہ اپنی غیرت وحمیت کھوتے چلے گئے اور جب صرف سرکاری ایجنسیوں کے توسط ہی سے شادیاں کروانے کا حکم دیا گیا تو ابتدائی مرحلے میں تو مسلمانوں نے متوازی طور پر دونوں طور پر دونوں طریقوں سے شادیاں کرنے کا طریقہ اپنائے رکھا یعنی پہلے گھر پر شرعی طریقے سے نکاح کیا اور پھر سرکاری طریقے سے بھی شادی کی لیکن بتدریج گھروں میں خفیہ طور پر ہونے والی تقریبات نکاح ختم ہوتی چلی گئیں اور صرف سرکاری شادی ہی باقی رہ گئیں۔اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ گھروں میں نکاح کی تقریب کو ممنوع قرار دے دیا گیا تھا اور مسلمانوں کے لیے اس طرح چھپا کر نکاح کرنا آسان نہیں رہ گیا تھا۔

اس دوران خود کو (نام نہاد) اشرافیہ کہلانے والے امیر مسلمان، اسپین کے غیرب مسلمانوں کو اسپین ہی میں بے یارومددگار چھوڑ کر ترکی، مصر، تیونس اور مراکش وغیرہ جا کر آباد ہو گئے۔ کچھ اسی طرح کے حالات ہندوستان میں بھی ہیں۔ متمول، انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان عملاً برہمنیت اختیار کرتے جارہے ہیں اور نام نہاد اعلی ذات والے ہندوؤں کی کاربن کاپی بن کر رہ گئے ہیں۔ انہی کی جیسی شاندار کالونیوں میں رہتے ہیں جبکہ غریب مسلمان جو مجموعی مسلم آبادی کا ۹۵ فی صد ہیں' باڑوں (اور جھونپڑ پٹیوں، اور کچی بستیوں) میں رہتے ہیں اور دلتوں جیسی یا ان سے بھی بدتر زندگی گزارتے ہیں۔ حالانکہ یہی لوگ اسلام کے نسبتاً بہتر پیرو ہیں لیکن متمول مسلمانوں نے انہیں بے سہارا چھوڑ رکھا ہے اور اس طرح وہی غریب مسلمان اینٹی مسلم فسادات میں سب سے زیادہ مارے بھی جاتے ہیں۔

اسپین میں سقوط کے بعد کی ابتدائی نصف صدی میں نفرت کے جو بیج بوئے گئے تھے وہ فصل دوسرے نصف میں پوری طرح پک کر تیار ہو چکی تھی اور عیسائیوں کی منشا کے عین مطابق نتائج برآمد ہونا شروع ہو گئے تھے۔ یعنی وہاں مسلمانوں کی کوئی سیاسی قیادت نہیں رہی۔ مسلمانوں کا تحفظ کرنے والی تنظیمیں اور ان کی قیادت کرنے والی روشن ضمیر شخصیتیں بھی نہیں رہیں۔ بے بصر مذہبی رہنما سرکاری پروپیگنڈے اور حکومت کی اسلام دشمن کارروائیوں کا نہ کوئی توڑ کر سکے نہ ملت کی صحیح رہنمائی کا حق ادا کر سکے۔ وہاں ضرورت تھی صالح، طاقتور اور مسلح مسلم قیادت کی جو ناپید تھی۔ جو لوگ مصر اور مراکش وغیرہ سے مدد حاصل کرنے کی باتیں کرتے تھے، خود خوف زدہ مسلمان ہی سرکار دربار میں ان کی نشاندہی کر دیتے تھے اور وہ بے موت مارے جاتے تھے۔ وہاں فی الواقع ہسپانوی مسلمانوں کی مدد کے لیے ایک احمد شاہ ابدالی اور صلاح الدین ایوبی کی ضرورت تھی مگر اس وقت نہ کوئی ابدالی تھا نہ کوئی ایوبی! کیا ٹھیک یہی صورت حال آج بھی نہیں ہے؟

ہسپانوی مسلمانوں کی اکثریت ملک کے عیسائی قومی دھارے میں شمولیت ہی کو نجات سمجھے بیٹھی تھی۔ اور جنہیں موقع ملا وہ باقی سب کو ان کے حال پر چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں، جہاں ان کو پناہ ملی، چلے گئے۔ سولہ سو بارہ عیسوی میں اسپین چھوڑنے والا مسلمانوں کا آخری جتھہ ملاؤں پر مشتمل تھا۔

ہندوستان میں بھی مسلمانوں کی قیادت اعلیٰ ذاتوں والی ہندو پارٹیوں کا دم چھلہ بن کر رہ گئی ہے۔ لے دے کر صرف دینی قیادت نے مسلمانوں کے مذہبی ثقافتی تشخص کا باقی رکھنے کی اپنے امکان بھر کوشش کی ہے۔ فی الواقع اسپین کے تجربے کو عظیم تر توانائی اور استعداد کے ساتھ ہندوستان میں آزمایا جارہا ہے۔ اردو کا ہندوستان میں وہی حال ہوا ہے جو اسپین میں عربی کا ہوا تھا۔ مسلمان اپنے طور پر کسی نہ کسی طرح، مدارس کے ذریعے دینی تعلیم اور کچھ صوبوں میں کسی حد تک اردو کو بھی باقی رکھے ہوئے ہیں۔ انگریزی تعلیم یافتہ متمول سیکولر مسلمان، اپنے غریب بھائیوں سے بالعموم پوری طرح کنارہ کش ہیں۔ (ہم نے تبلیغی جماعت کی بنگلور کانفرنس انیس سو پچاسی میں بالخصوص اس صورت حال کا مشاہدہ کیا تھا۔ ان کا تبلیغی دورہ فی الواقع اپنے خول کے اندر پناہ لینے جیسا ہوتا ہے۔ لیکن اب صورت حال یہ ہو چکی ہے کہ مسلمانوں کے جان و مال کے تحفظ کے لیے تبلیغی جماعت کو منظم کرنے کی کسی بھی کوشش کو فرقہ پرستی پر محمول کیا جاتا ہے۔)

ہر وہ مسلم تنظیم جو اعلیٰ ذاتوں کی حمایت نہیں کرتی مسلم قوم پرست قرار دے دی جاتی ہے۔ اس طرح عام مسلمانوں اور متمول مسلمانوں کے درمیان خلیج دن بہ دن بڑھتی جارہی ہے۔ یہاں

تک کہ مسلمانوں کے قتل عام کی وارداتوں کو ایک فطری تصور کیا جانے لگا ہے۔

اگر کبھی کسی بین الاقوامی اسلامی پلیٹ فارم سے ہندوستانی مسلمانوں کا مسئلہ اٹھانے کی کوشش بھی ہوتی ہے تو اسے ہندوستان کے داخلی امور میں بے جا اور ناقابل تسلیم بیرونی مداخلت قرار دے کر مسترد کر دیا جاتا ہے۔

ہندوستانی نصابی کتب سے مسلمانوں کی تاریخ کو نکالا جارہا ہے اور ہندوستان کے لیے جان دینے والے مسلمانوں کا بھی تذکرہ کرنے سے پرہیز کیا جانے لگا ہے۔ یہاں تک کہ ٹیپو سلطان جیسے عظیم ہندوستانی شہید سپوت کے نام سے ملک کے نوجوانوں کی اکثریت ناواقف ہے جبکہ تاتیا ٹوپے، جنہوں نے ملک کے لیے نہیں، محض اپنے وظیفے کے لیے جنگ کی تھی اور جھانسی کی رانی لکشمی بائی، جس نے اپنے متبنّیٰ بیٹے کو سلطنت کی جانشینی دلانے کے لیے جنگ کی تھی۔۔ ان کے نام ہر ہندوستانی کے ہونٹوں تک پہنچا دیے گئے ہیں! (اور اب تو ٹیپو سلطان کی یاد منانے پر بھی کئی جگہ پابندی لگ چکی ہے۔)

سائنس، طب، موسیقی، فنون لطیفہ وغیرہ میں گراں قدر خدمات یا بہادری کے لیے کوئی بھی مسلمان ایوارڈ نہیں پاتا۔ حتیٰ کے حکمراں کانگریس پارٹی کے تنظیمی عہدے رکھتے ہوئے ملک کی آزادی کے لیے لڑنے اور جیل جانے والے مولانا آزاد، محمد رفیع قدوائی، سید محمود اور ہمایوں کبیر جیسے عظیم مسلم رہنماؤں کے نام پر کوئی سڑک یا عمارت معنون نہیں کی جاتی جبکہ نصف درجن سے زائد نام نہاد اعلیٰ ذات والے ہندو قائدین کے ناموں سے منسوب مقامات یا اداروں سے شاید ہی کوئی شہر بچا ہو۔" (اور اب تو مسلم نام والے قدیم شہروں کے نام بھی بدلے جانے لگے ہیں۔)

مترجم نے اس کے بعد دلت وائس کے انیس سو پچاسی میں لکھے گئے ایک اور اداریے کا اردو ترجمہ بھی شروع ہو چکا تھا لیکن ہم آج یہ کالم یہیں تمام کرتے ہیں۔☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلامی اخوت کے آداب

دوست اسے بنائیں جو متقی اور پرہیز گار ہو، کیونکہ فاسق جو اپنے اللہ کی اطاعت سے خالی ہے، مشکل ہے کہ وہ دوستی کا لحاظ کرے، جب وہ اللہ سے نہیں ڈرتا تو کسی اور سے کیسے ڈرے گا؟

ایک نیک وصالح بزرگ نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے اس بات کو اس طرح بیان کیا: "بیٹا! تجھے کسی کی دوستی کی ضرورت پڑے تو اس سے دوستی اختیار کر کہ جب تو اس کی خدمت کرے تو وہ تیرا خیال رکھے، اس کے ساتھ رہنا تیرے لیے زینت ہو، کوئی مشکل آجائے تو وہ تیرا بوجھ ہلکا کرے، تو نیکی کی طرف ہاتھ بڑھائے تو وہ بھی ہاتھ بڑھائے، تیری اچھائی دیکھے تو حوصلہ افزائی کرے، برائی دیکھے تو اسے روکے، تو اگر اس سے مانگے تو تجھے دے، نہ مانگے تو بھی دے، تجھ پر کوئی مصیبت نازل ہو جائے تو ہمدردی کرے، جب تو کہے تو تیری تصدیق کرے، کسی کام کا ارادہ کرے تو تجھے اپنا امیر سمجھے اور اگر کسی بات میں نزاع وجھگڑا ہو جائے تو وہ تجھے اپنا سمجھے۔"

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جابجا اسلام دشمن کفار سے دوستی اور محبت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چند آیات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، تم میں سے جو شخص انہیں اپنا دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔" (المائدہ:51)

"مومن اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں، جو ایسا کرے گا اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔" (آل عمران:28)

اگر اپنے سگے رشتہ دار بھی اللہ کے راستے سے بھٹکے ہوں تو انہیں بھی دوست نہ بناؤ۔

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔" (الممتحنہ:1)

"وہ منافق لوگ جو اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں، ایسے منافقوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔" (النساء:138،139)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے جو بھی انہیں اپنا دوست بنائے گا اس کا شمار بھی انہیں میں سے ہوگا، بے شک اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کی راہنمائی نہیں فرماتا۔" (المائدہ:51)

"اگر تم علم آجانے کے بعد یہود ونصاریٰ کی خواہشات کی پیروی کی تو کوئی دوست اور مددگار تجھے اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچانے والا نہیں ہوگا۔" (البقرہ:120)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر تم کفار کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں الٹا پھیر لے جائیں گے اور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔" (آل عمران:149)

مسلمان خواتین کی بہادری (۶)

سلیمان ندویؒ

ساتویں صدی کے اختتام اور آٹھویں صدی کی ابتداء میں دنیا میں ایک عجیب انقلاب پیدا ہوا، امیر تیمور کیا تھا؟ ترکستان کے حدود سے ایک آندھی اٹھی تھی، جس سے ترکوں کی مضبوط سلطنت ہل گئی، دمشق وعرب متزلزل ہوگیا، تغلق خاندان کی شمع سحر بجھ گئی، اور مغل اعظم کی اس عظیم الشان سلطنت کی بنیاد قائم ہوئی، جس سے بہتر کوئی حکومت ہندوستان میں قائم نہیں ہوئی۔ گو اس فتح کا ثمرہ خود تیموری نسل کو سو برس کے بعد حاصل ہوا، لیکن دراصل اس مدت میں سیدوں اور لودھیوں کا دورِ حکومت اس تیموری تاریخ کی تمہید تھا، جس کا سرنامہ ظہیر الدین شاہ بابر کے طغرے سے مزین ہے۔ لیکن کیا ان فتوحات میں عورتوں کی کوئی کوشش شامل نہ تھی؟ امیر تیمور کے کشورستان لشکر میں بہت سی عورتیں تھیں جو میدانوں میں لڑتی تھیں، معرکوں میں گھستی تھیں، بہادروں سے مقابلہ کرتی تھیں، تلواریں چلاتی تھیں، نیزے لگاتی تھیں، تیر مارتی تھیں، غرض کسی بات میں وہ مردوں سے کم نہ تھیں۔ کیا تیموری کارناموں میں، ان عورتوں کو کوئی حصہ نہ ملے گا؟

تیموری نسل کا ہر ایک شہزادہ شجاعت مجسم تھا، لیکن کیا تم یہ ناانصافی کر سکتے ہو، کہ تیموری شاہزادیوں کو ان کی وراثت سے الگ کر دو۔ بابر نامہ، ہمایوں نامہ، تزک جہانگیری، دیکھو ہر جگہ نظر آئے گا کہ تیموری خواتین برابر ہتھیار لگاتی تھیں، گھوڑوں پر سوار ہوتی تھیں، شکار کھیلتی تھیں، شیر مارتی تھیں، گھوڑوں پر سوار ہوتی تھیں، چوگان کھیلتی تھیں، تیر چلاتی تھیں، غرض فن سپہ گری سے خوب واقف تھیں۔ تزک بابری کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بابر کو جو فتوحات کابل، سمرقند، فرغانہ وغیرہ میں حاصل ہوئیں، ان میں عورتوں کو بھی دخل تھا۔ نور جہاں، تیمور و بابر کی بیٹی نہ تھی، لیکن بہو تھی، اکثر جہاں ہاتھی پر سوار ہو کر سیر وشکار کو جنگل جاتی تھی، اور ایک ایک گولی میں شیر کو ٹھنڈا کر دیتی تھی۔ جہانگیر، تزک جہانگیری میں نور جہاں کے شکاروں کا بڑی مسرت سے تذکرہ کرتا ہے، ایک جگہ لکھتا ہے:

''ایک مرتبہ میں شکار کو نکلا، ایک ہاتھی پر رستم خان اور میں تھا، اور دوسرے ہاتھی پر نور جہاں تھی، سامنے جھاڑی میں سے شیر تھا، ہاتھی شیر کی بو پا کر کانپنے لگتا ہے، اس اضطراب وجنبش میں نشانہ ٹھیک لگنا اور پھر عماری میں بیٹھ کر نہایت مشکل ہے۔ قدر اندازی میں میرے بعد رستم خاں کا کوئی ثانی نہیں ہے، مگر ہاتھی پر بیٹھ کر اکثر اُس کے تین تین چار چار نشانے خطا کر جاتے ہیں، لیکن نور جہاں نے عماری میں بیٹھے بیٹھے پہلے ہی آواز میں شیر کو ٹھنڈا کر دیا۔

(تزک جہانگیری/صفحہ ۲۷۹)

ایک مرتبہ نور جہاں، جہانگیر کے ساتھ کھیلنے گئی، ہاتھی پر سوار تھی، سامنے چار شیر نکلے، لیکن نور جہاں کی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔ اس نے نہایت اطمینان سے بندوق چلائی اور دو شیروں کو ایک ایک گولی میں اور دو کو دو دو گولیوں میں ٹھنڈا کر دیا۔ جہانگیر نہایت خوش ہوا اور چند بیش قیمت زیور نور جہاں کو انعام دیئے، اس موقع پر ایک شاعر نے برجستہ یہ شعر پڑھا۔

نور جہاں گرچہ بصورت زن است
درصف مردان ''زنِ شیر افگن'' ست

نور جہاں چوں کہ پہلے علی قلی خان شیر افگن کی بیوی تھی، اس لئے ''زنِ شیر افگن'' کی ترکیب نے اس شعر کو بامزہ کر دیا۔

جہانگیر کے اخیر عہد میں نور جہاں کے بھائی آصف خان کے سبب سے نور جہاں اور جہانگیر دونوں کے دل مہابت خان کی طرف سے صاف نہ تھے۔ آصف خان کی کوشش تھی کہ مہابت خان ذلیل ہو۔ جہانگیر دریائے بھٹ کے قریب خیمہ

زن تھا۔آصف خاں ایک دن پہلے ہی فوج سمیت دریا کے اس پار چلا گیا تھا۔مہابت خان نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور جہانگیر کو گرفتار کرلیا۔نورجہاں کو موقع ملا تو وہ دریا کے اُس پار جا کر فوج سے مل گئی، اور وہاں اس نے امراء و اعیان دولت کو بلا کر سخت ملامت کی کہ صرف تمہاری بے احتیاطی سے بادشاہ گرفتار ہوگیا۔انہوں نے بالاتفاق کہا کہ مناسب یہ ہے کہ کل حضور کی رکاب میں کُل فوج شاہی دریا کے اس پار جا کر جس طرح ہو بادشاہ کی قدم بوسی حاصل کرے۔صبح کل فوج تیار ہوئی۔مہابت خان نے پل تو پہلے ہی جلا دیا تھا،سواروں نے اپنے اپنے گھوڑے اور ہاتھی دریا میں ڈال دیے۔

نورجہاں بھی ایک ہاتھی پر سوار تھی،نورجہاں کے ساتھ شہزادہ شہریار کی بہن اور شاہ نواز خان کی بیٹی بھی تھیں،ابھی فوج دریا ہی میں تھی کہ مہابت خان نے حملہ کردیا۔ایک تو فوج دریا میں منتشر تھی ہی اور منتشر ہوگئی،عجیب ابتری پھیل گئی،نورجہاں نے خواجہ ابوالحسن اور معتمد خان کو کہلا بھیجا کہ دیکھتے کیا ہو، تم بھی جواب دو، اتنے میں مہابت خان کے سواروں نے آ کر نورجہاں کے ہاتھی کو گھیر لیا، نورجہاں کی عماری تیروں کا نشانہ بن گئی، یہاں تک کہ تیر عماری کے اندر بھی چلا آیا اور شہزادی کے بازو میں آ کر لگا۔تمام کپڑے خون میں تربتر ہوگئے۔نورجہاں نے اپنے ہاتھوں سے تیر نکال کر باہر پھینک دیا۔نورجہاں کے ساتھ خواجہ سرا تھے وہ بھی کام آئے، نورجہاں کا ہاتھی زخموں سے چور ہو کر بھاگ نکلا، آخر بڑی مشکل سے وہ اپنے فرودگاہ کو پہونچ سکی۔اگر ہاتھی سنبھلا رہتا تو ممکن تھا کہ نورجہاں لڑنے سے بھی دریغ نہ کرتی۔

مرزا ہادی نے تزک جہانگیری کے خاتمہ میں ایک عورت کی بہادری کا عجیب واقعہ لکھا ہے ،گو اس کے اخلاق کی مذمت بھی کی ہے۔

جہانگیر کے زمانے میں دولت آباد کا قلعہ نظام الملک سے تعلق رکھتا ہے۔حمید خان حبشی نظام الملک کے دربار کا وکیل تھا،اور محل میں بالکل حمید خاں کی بیوی کا عمل دخل تھا،گو ایک معمولی عورت تھی، لیکن رفتہ رفتہ نظام الملک کے دربار میں اس کا اتنا رسوخ بڑھا کہ جب یہ سوار ہو کر نکلتی تھی سرداران فوج و امرائے دولت پیادہ اس کی رکاب میں چلتے تھے۔نظام الملک ان دونوں میاں بیوی کے ہاتھوں میں ایک کٹھ پتلی تھا۔

اسی زمانے میں عادل خان نے ایک بڑی فوج نظام الملک سے لڑنے کو بھیجی۔نظام الملک کو فکر ہوئی کہ اس کے مقابلہ میں کس کو بھیجا جائے؟ حمید بیگم نے کہا کہ میں خود جاؤں گی، اگر جیتی جیتی اور اگر ہاری تو عورتوں کا اعتبار ہی کیا؟ چنانچہ نظام الملک کی رضامندی سے حمید بیگم فوج لے کر روانہ ہوئی، رات میں اپنے سپاہیوں کو انعام و اکرام سے خوش کرتی گئی۔جب دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا تو حمید بیگم خود تمام ہتھیار سے مسلح ہو کر میدان میں آئی اور پہاڑ کی طرح عرصۂ کارزار میں کھڑی رہی اور اس بہادری اور دلیری سے اپنی فوج کو لڑاتی رہی، کہ تھوڑی ہی دیر میں عادل شاہی لشکر اس بے سروسامانی سے بھاگا کہ تمام ہاتھی اور توپ خانے میدان جنگ میں چھوڑ گیا۔

Proprietor. **Sayyed Tasleem**
8007061727
कलया मांडा स्पेशल
होटल
لذیز کھانوں کا بہترین مرکز
दिल्ली दरबार

नांदेड रोड, उमरखेड

یتیم بچے کی عید

عید کا دن تھا۔ مرد، عورتیں، بچے، جوان، بڑے چھوٹے، سب اپنے اس دینی تہوار کی آمد پر خوش تھے۔ سب نے حسب مقدور عمدہ سے عمدہ کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے۔ سب ایک دوسرے کے گلے مل رہے تھے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔ اللہ کا ایک بندہ اس خوشی کے دن بھی مغموم نظر آرہا تھا اور بڑا متفکر تھا۔ حضرت سری سقطی (متوفی 257ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عید کے دن بھی حضرت معروف کرخی (متوفی 201ھ) کھجوریں چن رہے ہیں۔ میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ''سامنے والا یتیم بچہ اس لیے اداس ہے کہ تمام بچے نئے نئے لباس میں ملبوس ہیں اور اس کے پاس کپڑے تک نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ یتیم بچہ بھی عید کی خوشی منائے۔ اس لیے میں کھجوریں چن کر فروخت کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس کے لیے کپڑا فراہم کرسکوں۔'' حضرت سری سقطی نے عرض کیا کہ ''یہ کام تو میں بھی انجام دے سکتا ہوں۔ آپ کیوں زحمت فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں بچے کو ہمراہ لے کر آیا اور اس کو نیا لباس پہنا دیا اور اس کے صلہ میں جو نور مجھ کو عطا کیا گیا، اس سے میری حالت ہی بدل گئی۔'' بیمار کی تیمارداری اور آپؐ کا عمل آج کی سائنس، آج کی طب اور آج کے ڈاکٹر سب کے سب اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہسپتالوں میں جو مریض تنہا پڑے رہتے ہیں، وہ بہترین علاج کے باوجود تندرست نہیں ہوتے اور جن مریضوں سے لوگ ملنے جلنے کے لیے آتے رہتے ہیں، ان میں تندرستی کی رفتار دوسروں سے بہت بہتر پائی گئی ہے۔ یہ تحقیق آج کی ہے، آیئے دیکھیں اسلام اس بارے میں کیا تعلیم دیتا ہے۔ حضور رحمت عالمؐ نے فرمایا: *۔۔۔مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں، سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازوں کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا، چھینک لینے والے کا جواب دینا۔ (بخاری، مسلم) * بھوکے کو کھانا کھلاؤ، مریض کی عیادت کرو اور قیدی کو رہائی دلواؤ۔ (بخاری) * ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ مریض کی عیادت کریں اور جنازہ کے ساتھ جائیں۔ (بخاری ومسلم) * جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو وہ لوٹتے وقت تک جنت کے باغات سے میوہ خوری میں رہتا ہے۔ (مسلم) * اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا ''اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو میری عیادت کے لیے آیا'' وہ کہے گا ''اے اللہ! تو، تو رب العالمین ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''کیا تجھے علم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے، تو نے اس کی عیادت کیوں نہیں کی۔ کیا تجھے علم نہیں تھا کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے نزدیک پاتا۔'' (مسلم) یعنی اللہ تعالیٰ کتنے کریم ہیں کہ بیمار کے پاس موجود ہوتے ہیں، گویا عیادت کرنے والا بھی اللہ کے نزدیک ہوتا ہے * ۔۔۔حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو آنکھوں کی تکلیف ہوئی، نبی کریمؐ ان کی عیادت کے لیے گئے۔ (ابوداؤد) ارشاد نبویؐ ہے۔ ''جب کوئی شخص مریض کی عیادت کرتا ہے تو وہاں دریائے رحمت میں اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہاں رہا، لیکن وہ اس دریا میں ڈبکیاں لگاتا ہے۔'' (مالک۔ احمد) ارشاد نبویؐ ہے ''جب تو مریض کی عیادت کے لئے جائے تو اس سے اپنے لیے دعا کرا، کیونکہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا ہے۔ (ابن ماجہ) قارئین! ہمیں ان اسلامی اصولوں کا لحاظ رکھتے ہوئے بیماروں کی تیمارداری کے لیے ضرور وقت نکالنا چاہیے۔

دل میں سوراخ

ایک شخص غصے کا بہت تیز تھا۔ اس نے ایک عالم سے اس کا علاج دریافت کیا تو اس عالم نے اسے مشورہ دیا کہ جب غصہ آئے تو جنگل جا کر درخت میں کیل ٹھونکنا (کسی بھی ایک درخت میں) اُس شخص نے ایسا ہی کیا اور پھر کرتے کرتے ایک دن اس کی غصہ کرنے کی عادت ختم ہوگئی۔ اس نے عالم کو بتایا تو عالم نے کہا کہ اب اس درخت سے یہ تمام کیلیں نکال لو۔ آدمی نے کیلیں نکال لیں تو دیکھا کہ درخت میں سوراخ ہوگئے تھے۔ عالم نے کہا، یہ وہ سوراخ ہیں جو تم لوگوں کے دلوں میں کرتے تھے (غصے اور سخت رویے سے) وہ شخص بہت شرمندہ ہوا اور اس نے توبہ کے ساتھ ساتھ لوگوں سے معافی بھی مانگی جو اس کے غصے کا شکار ہوئے تھے۔ کہیں ہم کسی کے دل میں سوراخ کرنے کا سبب تو نہیں بن رہے؟

ھماری سرگرمیا ں

ملک کے مختلف مقامات پر
رمضان المبارک کی نسبت
سے تربیتی ، تنظیمی اور عوامی
پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔

Rawer

West Bengal

West Bengal

Rajisthan

Tamil Nadu

Aurangabad

Akola

Umarkhed

Pusad

Rajisthan

NUKUSH-E-RAH

MAHURD02592/2017
June-2019
Vol:-02 Issue: 05

مصری عالم دین **سیّد قطبؒ شہید** کے ذریعہ زنداں میں کی جانے والی عربی زبان کی مایہ ناز تفسیر

مکمل سیٹ (۱۸ جلدیں)

کی اردو ترجمانی اپنی اصل روح کے ساتھ بذریعہ

مولانا سید حامد علیؒ صاحب/مولانا مسیح الزماں فلاحی، ندوی صاحب

- شُستہ، شگفتہ اور عام فہم زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد تفسیر۔
- علمی، فکری اور سائنٹفک تفسیر۔ دعوتی، تربیتی اور انقلابی تفسیر۔ وجدانی اور ادبی تفسیر۔
- کسی قسم کی الجھن اور پیچیدگی کے بغیر مفاہیم قرآن کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے بہترین تفسیر۔
- اسلامی اجتماعیت کے اصول، طریق کار اور عروج و زوال کے اسباب پر سیر حاصل گفتگو۔
- اسلامی جماعت کے کارکنان کے لیے بہترین مشعل راہ۔
- عمدہ کاغذ، بہترین کتابت و طباعت اور پرکشش ٹائٹل۔

اس انقلاب انگیز تفسیر کا مکمل سیٹ اپنی لائبریری، مسجد اور گھر کے لیے ضرور منگائیں۔

اپنا آرڈر بک کرائیں: موبائل 9899693655

ای میل: gpddelhi2018@gmail.com

Nukush-e-Rah

1st Floor, Opp. Basera Apartment
Subhash Chowk, Akola-444001

0724-2434333 / 8266997613
nukusherah@gmail.com